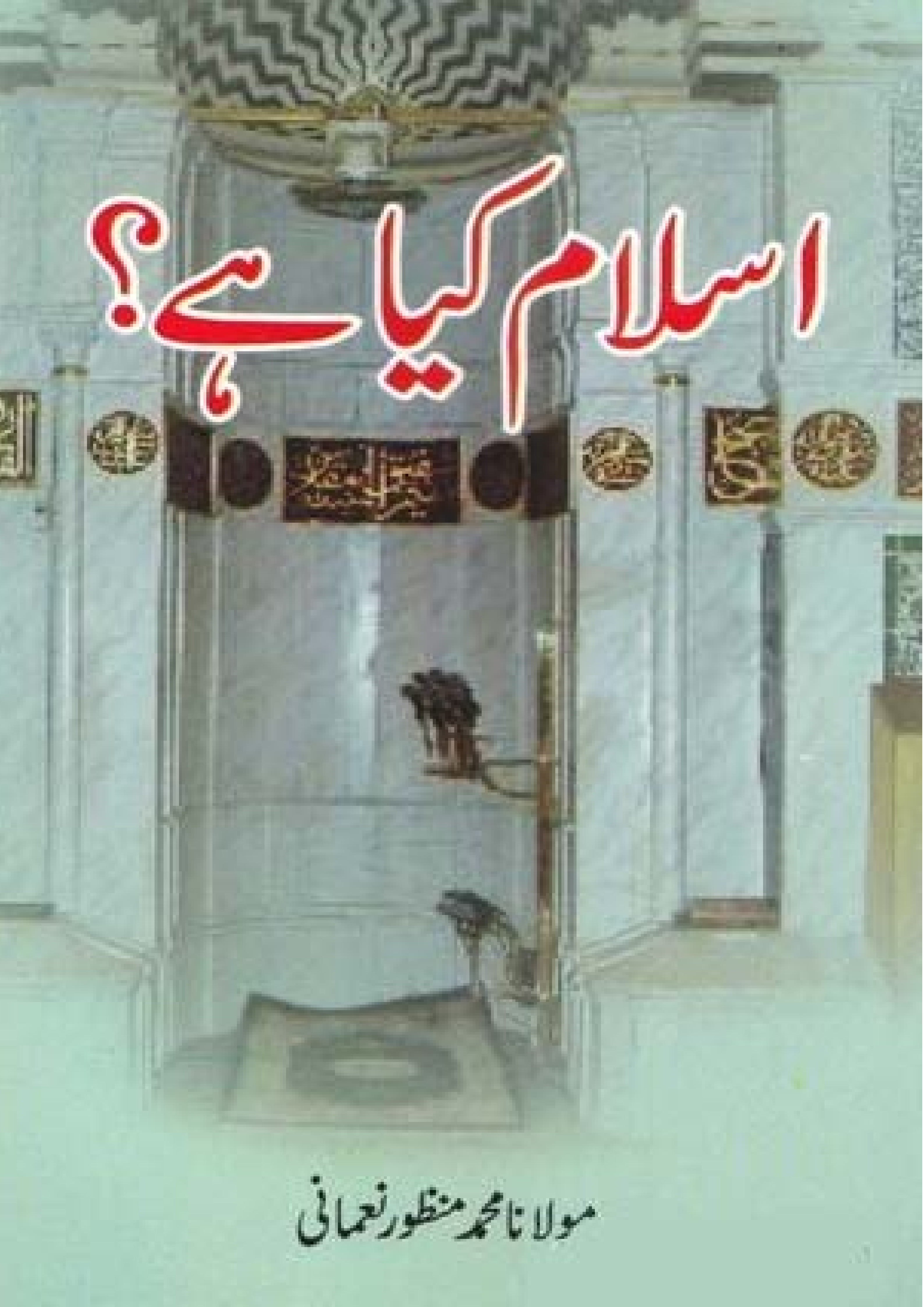


اسلام کیا ہے؟

مولانا محمد منظور نعمانی

اسلام کیا ہے؟

اسلام کی حقیقت اور اس کی تعلیم سے مسلمانوں کو واقف کرنے اور ان میں ایمانی روح اور دینی زندگی پیدا کرنے کے لئے یہ کتاب خاص غور اور توجہ سے لکھی گئی ہے۔ اس میں بیّس سبق ہیں، جن میں سے ہر ایک میں دین کے کسی ایک اہم شعبے کی تفصیل اور وضاحت قرآن و حدیث سے کی گئی ہے، ہر سبق اپنے موضوع پر گویا ایک مستقل مضمون اور مؤثر خطبہ ہے۔ زبان نہایت شیریں اور آسان ہے کہ کم پڑھے لکھے لوگ اور بچے بھی انشاء اللہ خوب سمجھ سکتے ہیں۔

امید ہے کہ اصحابِ نظر انشاء اللہ محسوس کریں گے کہ اس کتاب کی تالیف اور اشاعت وقت کے ایک اہم دینی مطالبے کا جواب ہے۔

تالیف

مولانا محمد منظور نعمانی

فہرست

عرضِ ناشر

الحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

یہ کتاب "اسلام کیا ہے" اب سے قریباً ۳۰ سال پہلے لکھی گئی تھی اور پہلی مرتبہ سنہ ۱۳۶۹ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت مصنف مدظلہٗ نے کئی کئی سال کے وقفہ سے تین دفعہ اس پر نظرِ ثانی کی اور ہر دفعہ اضافہ فرمایا، جس کے نتیجہ میں یہ موجودہ مکمل صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ کاغذ اور کتابت و طباعت کے لحاظ سے بھی اس کو بہتر سے بہتر صورت میں پیش کرنے کی کوشش برابر ہوتی رہی۔ اب ہم اس کو عکسی (فوٹو آفسٹ پر) شائع کر رہے ہیں۔ کاغذ کی قیمت اور کتابت و طباعت کی اُجرت میں بے حد و حساب اضافہ ہونے کی وجہ سے ہی قیمت میں اضافہ ناگزیر تھا، پھر اس نئی عکسی طباعت کی صورت میں مصارف بہت زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے قیمت میں اسی حساب سے زیادہ اضافہ کرنا پڑتا لیکن ہم چاہتے تھے کہ قیمت میں زیادہ اضافہ نہ ہو تاکہ زیادہ سے زیادہ بندگانِ خدا فائدہ اٹھا سکیں اس لئے ہم نے یہ تدبیر کی کہ حضرت مصنف مدظلہٗ کے مشورہ سے ضخامت میں کچھ کمی کر دی لیکن یہ کمی اس طرح کی گئی کہ اصل کتاب میں ایک لفظ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل و احسان ہے، اس نے اس کتاب کو غیر معمولی مقبولیت بخشی ہے، اب تک اسّی ہزار سے زیادہ تعداد میں یہ کتب خانہ الفرقان سے شائع ہو چکی ہے اور معلوم ہے کہ کتابوں کے بعض پیشہ ور مجرم تاجر بھی نہایت گھٹیا کتابت کرا کے بیشمار غلطیوں کے ساتھ ناقص کاغذ پر چھپوا کے اور کتاب کے بعض ابواب کم کر کے ہزاروں کی تعداد میں فروخت کر رہے ہیں۔

دوسری زبانوں میں ترجمے حضرت مصنف کی اجازت سے انگریزی، فرانسیسی، ایرانی اور ملکی زبانوں میں سے ہندی، گجراتی، کنڑی وغیرہ میں اس کتاب کے ترجمے اور ان کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس زمانے میں کسی دینی اصلاحی کتاب کی یہ مقبولیت اور رفتارِ اشاعت بلاشبہ قابلِ حمد و شکر نعمت ہے۔

اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر

محمد حسان نعمانی
ناظم کتب خانہ الفرقان

شکرِ نعمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عاجز بندے پر جو بے شمار بے حساب احسانات فرمائے ہیں اُن میں سے ایک احسان چھوٹی سی کتاب "اسلام کیا ہے؟" کی تالیف بھی ہے۔

۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد ذہن میں شدت اور قوت کے ساتھ دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس وقت کا سب سے اہم اور سب سے زیادہ ضروری دینی کام یہ ہے کہ مسلمانوں میں اسلام کی واقفیت کو عام کرنے اور اسلام کے ساتھ اُن کے تعلق کو قوی اور مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

اس سلسلے میں ایک ایسی کتاب کی تالیف کی ضرورت بھی محسوس ہوئی جو اسلام کی ضروری تعلیمات پر حاوی ہو اور جس کا طرز کچھ دعوتی اور کچھ تلقینی ہو اور جس کی زبان سلیس اور آسان ہو اور اس کی ضخامت بھی زیادہ نہ ہو ـــــ اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے یہ کتاب لکھی گئی۔

اس تصنیف کے وقت خصوصیت سے پیشِ نظر کم تعلیم یافتہ یا ناتعلیم یافتہ قسم کے عام مسلمان ہی تھے۔ اور اُن ہی کی حالت اور ذہنیت کا اس میں زیادہ لحاظ رکھا گیا تھا۔ لیکن جب کتاب چھپ کر مختلف طبقوں میں پہونچی، تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے خاص احسان اور خاص فضل وکرم سے مسلمانوں کے قریب قریب سب ہی طبقوں کے لئے یہ کتاب یکساں طور پر مفید ہے۔

اس سلسلے میں اس واقعہ کے ذکر سے مجھے خاص خوشی ہے کہ اللہ کے بعض بندوں نے اس کتاب کو پڑھ کر اس کی اشاعت کو ایک دینی خدمت اور تبلیغی جدوجہد سمجھتے ہوئے

مسلمانوں میں اس کو پھیلانے کی محض لوجہ اللہ جدوجہد کی۔ حتیٰ کہ اس کے لئے انھوں نے دَورے بھی کئے۔ ان مخلصین کے اس للّٰہی تعاون کا یہ عاجز بندہ شکریہ بھی ادا نہیں کرسکتا انھوں نے جس کے لئے یہ سب کچھ کیا، وہی اُن کو اپنے اِس بندے کی طرف سے بھی اس کا صلہ دے گا —— اسی طرح بہت سے مدارس میں یہ کتاب بغیر کسی تحریک اور کوشش کے داخلِ نصاب بھی کرلی گئی، پھر مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ بھی ہوا، اور گجراتی ترجمہ تو (اس ناچیز مصنف کی اجازت ہی سے) کئی جگہ سے اور کئی بار شائع ہوچکا ہے —— اور سب سے زیادہ عجیب و غریب اور نہایت خوش کن بات یہ ہے کہ بہت سے ہندو صاحبان نے اس کو پڑھ کر اس کے ہندی اڈیشن کے لئے شدت سے تقاضا کیا۔

بمبئی کے ایک سفر میں ایک اردو خواں ہندو فوجی افسر نے یہ کتاب میرے ایک رفیقِ سفر سے لیکر پڑھنی شروع کی، اور ایسے شوق اور انہماک سے پڑھی کہ قریب قریب پوری کتاب پڑھ ڈالی۔ اور جب اُن کو میرے اُسی رفیق سے یہ معلوم ہوا کہ میں اس کتاب کا مصنف ہوں تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ اسلام سے ہم ہندوؤں کی صحیح واقفیت کے لئے اس کتاب کا ہندی اڈیشن شائع کرنا آپ کا فرض ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں نے اسلامی تعلیم کی خوبیوں کو آج ہی اِس کتاب سے جانا ہے، اور میرے دل پر اس کا بہت اثر پڑا ہے۔

لہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اِس کتاب کا ہندی اڈیشن بھی شائع ہوگیا ہے۔ نیز انگریزی اڈیشن بھی ہر حیثیت سے نہایت اعلیٰ معیار کا شائع ہوگیا ہے۔ جلد اور ڈسٹ کور نہایت حسین ہے۔ منیجر کتب خانہ الفرقان لکھنؤ

دراصل یہ مقبولیت اور تاثیر محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، نہ اس میں مصنّف کی قابلیت کو دخل ہے اور نہ کتاب کی کسی خوبی کو۔

یہاں پہونچ کر اس واقعہ کے اظہار کو بھی جی چاہتا ہے کہ آج ۸/۹ سال پہلے جن دنوں میں یہ کتاب لکھ رہا تھا، میں خود بھی اس کی نافعیت و مقبولیت کے لئے اہتمام سے دعا کرتا تھا اور اپنے بزرگوں سے بھی میں نے اسکے لئے خاص طور سے درخواست کی تھی، مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کی یہ تاثیر اور یہ نافعیت و مقبولیت اللہ کے ان بندوں کی دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے۔

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ
لکھنؤ

مُقدّمۃ

اللہ و رسُول کے وفاداروں اور دین کے دردمندوں سے

ناچیز مؤلّف کی گزارش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اگر بالفرض اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لئے ہماری اِس دنیا میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پھر سے بھیج دیں، اور آپ مسلمان کہلانے والی موجودہ اُمّت کی زندگی اور اسکے طور طریقوں کو دیکھیں تو آپ کے دل پر کیا گزرے گی؟ اور اللہ کے جن بندوں کو اب بھی آپ کے لائے ہوئے دین سے کچھ لگاؤ ہے اور جنکے دل دین کے درد و فکر سے خالی نہیں ہو گئے ہیں انکو آپکا پیغام اور فرمان کیا ہوگا؟

اس عاجز کو اس میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ مسلمان کہلانے والی قوم کی اکثریت کی موجودہ غیر اسلامی زندگی اور حد سے بڑھی ہوئی غفلت و معصیت کو دیکھ کر آپ کو اُس سے بہت زیادہ رُوحانی اور قلبی تکلیف ہوگی جتنی طائف کے شریر کافروں کے پتھروں سے اور اُحد میں ظالم مشرکوں کے خونی حملوں سے ہوئی تھی ــــــ اور دین سے اخلاص و وفا کا تعلق اور اس کا درد و فکر رکھنے والے مسلمانوں کو آپ کا پیغام یہی ہو گا کہ میری بگڑی ہوئی امت کی دینی حالت کی درستی کے لئے اور اس میں ایمانی روح اور اسلامی زندگی پھر سے پیدا کرنے کے لئے جو کچھ تم اس وقت کر سکتے ہو اُس میں کمی نہ کرو ــــــ اس بندہ عاجز کی اس بات کو اگر آپ کا دل قبول کرتا ہے تو اسی وقت فیصلہ کر لیجئے اور اپنے جی میں طے کر لیجئے کہ آئندہ سے اِس کام کو آپ اپنی زندگی کا جزو بنا لیں گے ــــ یہ عاجز بندہ اپنے دل کے پورے یقین کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ اِس وقت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ پاک کو مسرور و مطمئن کرنے، اور آپ کی دُعائیں لینے کا یہ خاص الخاص ذریعہ ہے۔

یہ چھوٹی سی کتاب —— جو اِسوقت آپ کے ہاتھ میں ہے یہ بھی اسی دینی اصلاحی کوشش کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ خاص طور سے اِسی واسطے لکھی گئی ہے کہ معمولی لکھے پڑھے مرد اور عورتیں بھی اس کو خود پڑھ کر اور دوسروں سے پڑھوا کر اور مسجدوں اور مجمعوں میں عام مسلمانوں کو اسکے مضامین سُنا کر اپنے میں اور دوسروں میں ایمانی رُوح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کی کوشش اپنی صلاحیت اور حیثیت کے مطابق کر سکیں، اور اللہ تعالیٰ کو بیحد راضی کرنیوالے اور رُوحِ نبویؐ کو بہت زیادہ خوش کرنیوالے اِس کام میں اپنے مقدور کے مطابق حصہ لیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اِس چھوٹی سی کتاب میں پورے دین کا لب لباب آگیا ہے اور قرآن و حدیث کی وہ سب تعلیمات بیس اسباق کی شکل میں جمع کر دی گئی ہیں جن کو واقف ہو کر اور جن پر عمل کر کے ایک عامی آدمی نہ صرف اچھا مسلمان، بلکہ انشاءاللہ مومنِ کامل اور اللہ کا ولی بن سکتا —— مسلمانوں کے علاوہ یہ کتاب اُن غیر مسلموں کو بھی بے تکلف دیجا سکتی ہے جو اسلام کو سمجھنے اور اسلامی تعلیمات کو جاننے کا شوق رکھتے ہوں۔

غریب مؤلف کا کام بس اتنا ہی تھا کہ اللہ کی مدد و توفیق سے اُس نے یہ کتاب مرتب کر دی اور "کتب خانہ الفرقان" کے کارکنوں نے (اللہ انھیں جزائے خیر دے) اپنی استطاعت کی حد تک اس کو اچھی شکل میں چھاپنے کی ذمہ داری لی، اب اس سے وسیع پیمانے پر دو اصلاحی کام لینا جس کے لئے یہ لکھی گئی ہے، آپ سب حضرات کے تعاون اور فیصلے پر موقوف ہے۔

اگر اس عاجز کے پاس مالی وسائل ہوتے تو ہندوستان کے حالات کا تو خصوصیت سے تقاضا تھا کہ لاکھوں کی تعداد میں یہ کتاب چھپوائی جاتی اور ہندوستان میں رہنے والے ہر لکھے پڑھے مسلمان کے پاس اس کا ایک ایک نسخہ پہونچا دیا جاتا۔ لیکن اللہ کا معاملہ قدیم سے کچھ ایسا ہے کہ اس قسم کی آرزوئیں رکھنے والوں کو وسائل نہیں دئے جاتے۔ اور بلاشبہ

اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔

بہر حال یہ بندہ تو اپنی اس آرزو کی تکمیل سے عاجز ہے، البتہ جن ایمان والوں اور ایمان والیوں کی نظر سے یہ کتاب گزرے، اگر وہ اللہ کی رضا اور روحِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی مسرت اور آخرت کا بے انتہا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے یہ عزم کرلیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ مسلمانوں تک یہ کتاب یا اسکے مضامین پہونچائیں گے تو انشاءاللہ بڑی حد تک اصل مقصد حاصل ہو سکتا ہے،

جیساکہ ابھی میں نے اشارہ کیا، ہندوستان کے اس نئے دور میں مسلمانوں کے اور ان کی آئندہ نسلوں کے اسلام سے وابستہ رہنے کا تمامتر انحصار بظاہر اب اسی پر ہے کہ دین کی اہمیت کا احساس وشعور رکھنے والا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر امتی عام مسلمانوں میں دینی روح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کی کوشش کو اپنا ذاتی فرض سمجھ لے، اور اسلام کی تعلیم اور دین کے پیام کو ایک ایک مسلمان تک پہونچانا اپنا وظیفہ بنالے، اس وقت یہ کتاب اسی خاص ضرورت کے احساس کے تحت لکھی گئی ہے۔ کاش! اللہ کے بندے اسکی اہمیت اور اس کی خاص نوعیت کو سمجھیں۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ۔

دو ضروری باتیں: ——— (۱) شروع کے بعض اسباق میں حدیثوں کا حوالہ دینے کا التزام کیا گیا تھا، پھر بعد میں ضرورت نہیں سمجھی، کیونکہ سب حدیثیں مشکوٰۃ شریف ہی سے لی گئی ہیں۔ بہر حال جن حدیثوں کا حوالہ مذکور نہیں ہے وہ سب مشکوٰۃ شریف ہی کی ہیں

(۲) اس کتاب میں حدیثوں کے ترجمے میں تو زیادہ تر، اور کہیں کہیں قرآنی آیات کے ترجمے میں بھی میں نے ناظرین کی سہولت کیلئے حاصل مطلب لکھ دیا ہے اور لفظی ترجمے کی پابندی نہیں کی ہے۔

۱۰ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ۔ لکھنؤ

عاجز وعاصی
محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر مُسلمان کیلئے اسلامی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت

اور

دین سیکھنے کی فضیلت

بھائیو! اتنی بات تو آپ سب جانتے ہوں گے کہ اسلام کسی قوم اور ذات برادری کا نام نہیں ہے کہ اُس میں پیدا ہونے والا ہر آدمی آپ سے آپ مسلمان ہو اور مسلمان بننے کے لئے اُس کو کچھ کرنا نہ پڑے۔ جس طرح شیخ یا سید خاندان میں پیدا ہونے والا ہر بچہ خود بخود شیخ یا سید ہو جاتا ہے، اور اُس کو شیخ یا سید بننے کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا۔

بلکہ اسلام نام ہے اُس دین کا اور اُس طریقے پر زندگی گزارنے کا جو اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے، اور جو قرآن شریف میں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں بتلایا گیا ہے۔ پس جو کوئی اس دین کو اختیار کرے اور اِس طریقے پر چلے وہی اصلی مسلمان ہے، اور جو لوگ نہ اِس دین کو جانتے ہیں اور نہ اس پر چلتے ہیں وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں ـــــ پس معلوم ہوا کہ اصلی مسلمان

بننے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے۔

(۱) ایک یہ کہ ہم دینِ اسلام کو جانیں اور کم سے کم اس کی ضروری اور بنیادی باتوں کا ہمیں علم ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ ہم ان کو مانیں اوران کے مطابق چلنے کا فیصلہ کریں —— اِسی کا نام اسلام ہے اور مسلمان ہونے کا یہی مطلب ہے۔

پس اسلام کا علم حاصل کرنا (یعنی دین کی ضروری باتوں کا جاننا) مسلمان ہونے کی سب سے پہلی شرط ہے۔ اِسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے:۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ —— (ابن ماجہ و بیہقی)

(یعنی علمِ دین حاصل کرنے کی کوشش اور طلب ہر مسلمان پر فرض ہے)

اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ دین میں جو چیز فرض ہے اُس کا کرنا عبادت ہے، اسلئے دین سیکھنا اور دینی باتیں جاننے کی کوشش کرنا بھی عبادت ہے اور اللہ کے یہاں اِس کا بہت بڑا ثواب ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی بڑی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں —— ایک حدیث میں ہے کہ: ——

"جو شخص دین سیکھنے کے لئے گھر سے نکلے وہ جب تک اپنے گھر واپس نہ آئے وہ اللہ کے راستے میں ہے۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ——

"جو شخص دین کی طلب میں اور دینی باتیں سیکھنے کے لئے کسی راستے پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنت کا راستہ آسان کردے گا۔" (مسلم)

ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

"علمِ دین کی طلب اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا پچھلے گناہوں کا کفارہ ہے (یعنی اس سے آدمی کے پچھلے گناہ معاف ہوجاتے ہیں)"۔ (ترمذی)

الغرض دین کا سیکھنا اور اسلام کی ضروری ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، جوان ہو یا بوڑھا، پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ، مرد ہو یا عورت۔ اور اوپر کی حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوچکا کہ اِس کام میں جو وقت لگتا ہے اور اس کے لئے جو محنت کرنی پڑتی ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بہت بڑا اَجر و ثواب ملنے والا ہے۔ اس لئے ہم سب کو طے کرلینا چاہیئے کہ ہم دین سیکھنے کی اور اسلام کی ضروری ضروری باتوں کا علم حاصل کرنے کی ضرور کوشش کرینگے۔

جو مسلمان بھائی عُمر زیادہ ہوجانے کی وجہ سے یا کام کاج کی مشغولیت کی وجہ سے کسی اسلامی مدرسہ میں داخل ہوکر اور باقاعدہ اِس کے طالب علم بن کر دین کا علم حاصل نہیں کرسکتے، اُن کے لئے دین سیکھنے اور دین کی ضروری باتیں معلوم کرنے کا آسان راستہ یہ ہے کہ اگر وہ پڑھے لکھے ہیں تو دین کی معتبر کتابیں دیکھا کریں، اور جو پڑھے لکھے نہیں ہیں یا بہت کم پڑھے ہیں وہ اچھے پڑھے لکھوں سے ایسی کتابیں پڑھوا کر سُنا کریں ___ اگر گھروں میں، بیٹھکوں میں، مجمعوں اور مسجدوں میں ایسی کتابیں پڑھنے اور سُننے سُنانے کا رَواج ہوجائے تو ہر طبقہ کے مسلمانوں میں دین کا علم عام ہوسکتا ہے۔

یہ چھوٹی سی کتاب خاص اِسی غرض سے اور اِسی مقصد کیلئے لکھی گئی ہے۔ اس میں دین کی تمام وہ ضروری ضروری باتیں اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ ہدایتیں جو ہر مسلمان کو معلوم ہونی چاہئیں بہت آسان زبان میں لکھی گئی ہیں ——— آؤ ان باتوں کو خود سیکھیں، دوسروں کو سکھلائیں اور بتلائیں اور دُنیا میں ان اسلامی باتوں کو رَواج دینے اور پھیلانے کی کوشش کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں ——— حدیث شریف میں ہے کہ :

"جو شخص دین کو سیکھنے اور جاننے کی اِس لئے کوشش کرے کہ اس کے ذریعہ وہ اسلام کو زندہ کرے (یعنی دوسروں میں اسکو پھیلائے اور لوگوں کو اس کے مطابق چلائے) اور اسی اثنا میں اُس کو موت آجائے تو آخرت میں وہ پیغمبروں کے اِس قدر قریب ہوگا کہ اُس کے اور پیغمبروں کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔" (دارمی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ خود دین سیکھیں، دوسروں کو سکھائیں، خود دین پر چلیں اور اللہ کے دوسرے بندوں کو اس پر چلانے کی کوشش کریں۔

پہلا سبق

کلمۂ طیّبہ

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (یعنی کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں) اور محمدؐ اسکے رسول ہیں)

بھائیو! یہی کلمہ اسلام کا دروازہ اور دین و ایمان کی جڑ بنیاد ہے۔ اس کو قبول کر کے اور اعتقاد کے ساتھ پڑھ کے عمر بھر کا کافر اور مشرک بھی مومن اور مسلمان اور نجات کا مستحق ہو جاتا ہے۔ مگر یہ شرط ہے کہ اِس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا جو اقرار ہے اُس کو اُس نے سمجھ کر مانا اور قبول کیا ہو۔ پس اگر کوئی شخص توحید و رسالت کو بالکل بھی نہ سمجھا ہو اور بغیر معنی مطلب سمجھے اُس نے یہ کلمہ پڑھ لیا ہو تو وہ اللہ کے نزدیک مومن اور مسلمان نہ ہوگا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہم اِس کلمہ کے معنی اور مطلب کو سمجھیں۔

اِس کلمہ کے دُو جزو ہیں۔ پہلا جزء ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اِس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔ بس اللہ تعالیٰ ہی کی ایک

اکیلی ایسی ہستی ہے جو عبادت اور بندگی کے قابل ہے ـــــــ کیونکہ وہی ہمارا اور سب کا خالق و مالک ہے، وہی پالنے والا اور روزی دینے والا ہے، وہی مارنے والا اور جِلانے والا ہے، بیماری اور تندرستی، امیری اور غریبی اور ہر طرح کا بناؤ بگاڑ اور نفع نقصان صرف اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، اور اُس کے سوا زمین و آسمان میں جو ہستیاں ہیں خواہ انسان ہوں یا فرشتے سب اُس کے بندے اور اُس کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اُس کی خدائی میں کوئی اُس کا شریک اور ساجھی نہیں ہے، اور نہ اُس کے حکموں میں اُلٹ پلٹ کا کسی کو اختیار ہے، اور نہ اُس کے کاموں میں دخل دینے کی کسی کو مجال ہے۔ لہٰذا بس وہی اور صرف وہی اِس لائق ہے کہ اُس کی عبادت کی جائے، اور اُسی سے لَو لگائی جائے، اور مشکلوں اور مصیبتوں اور اپنی تمام حاجتوں میں گڑگڑا گڑگڑا کر اُسی سے دُعا اور التجا کی جائے ـــــــ اور وہ ہی حقیقی مالک الملک اور احکم الحاکمین ہے، یعنی ساری دنیا کا بادشاہ ہے اور سب حاکموں سے بالاتر اور بڑا حاکم ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اُس کے ہر حکم کو مانا جائے، اور پوری وفاداری کے ساتھ اُس کے حکموں پر چلا جائے ـــــــ اور اُس کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا کوئی حکم ہرگز نہ مانا جائے خواہ وہ کوئی ہو، اگرچہ اپنا باپ ہی ہو، یا حاکمِ وقت ہو، یا برادری کا چودھری ہو یا کوئی پیارا دوست ہو، یا خود اپنے دل کی خواہش اور اپنے جی کی چاہت ہو۔ الغرض جب ہم نے جان لیا اور مان لیا کہ بس ایک اللہ ہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے، اور ہم صرف اُسی کے بندے ہیں، تو چاہیئے کہ ہمارا عمل بھی

اُسی کے مطابق ہو ـــــــ اور دنیا کے لوگ ہمیں دیکھ کر سمجھ لیا کریں کہ یہ صرف اللہ کے بندے ہیں جو اللہ کے حکموں پر چلتے ہیں اور اللہ ہی کے لئے جیتے اور مرتے ہیں ـــــــ الغرض

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہمارا اقرار اور اعلان ہو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہمارا اعتقاد اور ایمان ہو

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہمارا عمل اور ہماری شان ہو

بھائیو! یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دین کی بُنیاد کی پہلی اینٹ اور سارے نبیوں کا سب سے اہم اور اوّل سبق ہے، اور دین کی تمام باتوں میں اس کا درجہ سب سے اونچا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"ایمان کے ستّر سے بھی اوپر شعبے ہیں اور اُن میں سب سے افضل اور اعلیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا قائل ہونا ہے۔" (بخاری و مسلم)

اسی لئے ذکروں میں بھی سب سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر ہے ـــــــ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے:ـــــــ

"اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" تمام ذکروں میں افضل و اعلیٰ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے" ـــــــ (ابن ماجہ و نسائی)

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ:ـــــــ

"اے موسیٰؑ! اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

دوسرے پلڑے میں، تو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا پلڑا ہی بھاری رہے گا“ ——— (شرح السنہ)

بھائیو! لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه میں یہ فضیلت اور وزن اِسی لئے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا عہد و اقرار ہے۔ یعنی صرف اُسی کی عبادت و بندگی کرنے اور اُسی کے حکموں پر چلنے اور اُسی کو اپنا مقصود و مطلوب بنانے اور اُسی سے لَو لگانے کا فیصلہ اور معاہدہ ہے، اور یہی تو ایمان و اسلام کی رُوح ہے اور اِسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مُسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ اِس کلمہ کو بار بار پڑھ کے اپنا ایمان تازہ کیا کریں۔ بہت مشہور حدیث ہے کہ ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ......

”لوگو! اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہا کرو“ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ: ”یا رسول اللہ ہم کس طرح اپنے ایمانوں کو تازہ کیا کریں؟“ ——— آپ نے فرمایا: ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کثرت سے پڑھا کرو ——— (مسند احمد۔ جمع الفوائد)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے پڑھنے سے ایمان کے تازہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید یعنی صرف اُسی کی عبادت و بندگی اور سب سے زیادہ اُسی کی فدائیت و محبّت اور اُسی کی اطاعت کا عہد اور اقرار ہے۔ اور جیسا کہ عرض کیا گیا یہ ہی تو ایمان کی رُوح ہے۔ پس ہم جتنا بھی سمجھ کے اور دھیان کے ساتھ اِس کلمہ کو پڑھیں گے یقیناً اُتنا ہی ہمارا ایمان تازہ اور ہمارا عہد پختہ ہوگا، اور انشاء اللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پھر ہمارا عمل اور ہمارا

حاصل ہو جائے گا۔

پس بھائیو! طے کر لو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ارشاد کے مطابق ہم اِس کلمہ کو دھیان کے ساتھ اور سچے دل سے کثرت کے ساتھ پڑھا کرینگے، تاکہ ہمارا ایمان تازہ ہوتا رہے، اور ہماری پوری زندگی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے سانچے میں ڈھل جائے۔

یہاں تک کلمہ شریف کے صرف پہلے جز لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا بیان ہوا۔

ہمارے کلمہ کا دوسرا جُز ہے

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

اس میں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسُولِ خدا ہونے کا اِقرار اور اعلان ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے رسُول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو دُنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اور آپ نے جو کچھ بتلایا اور جو خبریں دیں وہ سب صحیح اور بالکل حق ہیں۔ مثلاً قرآن مجید کا خدا کی طرف سے ہونا، فرشتوں کا ہونا، قیامت کا آنا، قیامت کے بعد مُردوں کا پھر سے زندہ کیا جانا، اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق جنّت یا دوزخ میں جانا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے رسولِ خدا ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپنے جو باتیں اِس طرح کی دُنیا کو تبلائی ہیں وہ خدا کی طرف سے خاص اور یقینی علم حاصل کرکے تبلائی ہیں ــــــ اور وہ سب بالکل حق اور صحیح ہیں جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اور اسی طرح آپنے لوگوں کو جو ہدایتیں کیں، اور جو احکام دیئے وہ سب دراصل خدا کی ہدایات اور خدائی احکام ہیں جو آپ پر وحی کئے گئے تھے ــــــ اِسی سے آپنے سمجھ لیا ہوگا کہ کسی کو رسُول ماننے سے خود بخود ہی یہ لازم آجاتا ہے کہ اس کی ہر ہدایت اور ہر حکم کو مانا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا رسُول اِسی واسطے بناتا ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو وہ احکام بھیجے جن پر وہ بندوں کو چلانا چاہتا ہے ــ

قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے :ــــــــــــ

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ"

(اور ہم نے ہر رسُول کو اِسی لئے بھیجا کہ ہمارے فرمان سے اس کی اطاعت کی جائے یعنی اس کے حکموں کو مانا جائے)

الغرض رسُول پر ایمان لانے اور اس کو رسُول ماننے کا مقصد ومطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اُس کی ہر بات کو بالکل حق مانا جائے، اُس کی تعلیم وہدایت کو خدا کی تعلیم وہدایت سمجھا جائے اور اُس کے حکموں پر چلنے کا فیصلہ کرلیا جائے پس اگر کوئی شخص کلمہ تو پڑھتا ہو مگر اپنے متعلق اُس نے یہ طے نہ کیا ہو کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی ہر بات کو بالکل حق اور اسکے خلاف تمام باتوں کو غلط جانوں گا اور ان کی شریعت اور ان کے حکموں پر چلوں گا،

تو وہ آدمی دراصل مومن اور مسلمان ہی نہیں ہے اور شاید اُس نے مُسلمان ہونے کا مطلب ہی نہیں سمجھا ہے۔

کھُلی ہوئی بات ہے کہ جب ہم نے کلمہ پڑھ کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا کا برحق رسُول مان لیا تو ہمارے لئے ضروری ہو گیا کہ اُنکے حکموں پر چلیں اور اُن کی سب باتیں مانیں۔ اور اُن کی لائی ہوئی شریعت پر پورا عمل کریں۔

کلمہ شریف دراصل ایک عہد اور اقرار ہے:

کلمہ شریف کے دونوں جز (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) کے مطلب کی جو تشریح اور وضاحت اوپر کی گئی ہے اُس سے آپنے سمجھ لیا ہو گا کہ یہ کلمہ دراصل ایک اقرار نامہ اور عہد نامہ ہے اِس بات کا کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق اور معبود و مالک مانتا ہوں اور دنیا و آخرت کی ہر چیز کو صرف اُسی کے قبضہ و اختیار میں سمجھتا ہوں، لہٰذا میں اُس کی اور صرف اُسی کی عبادت اور بندگی کروں گا، اور بندہ کو جس طرح اپنے مولا و آقا کے حکموں پر چلنا چاہیئے اُسی طرح میں اُس کے حکموں پر چلوں گا اور ہر چیز سے زیادہ میں اس سے محبت اور تعلق رکھوں گا، اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو میں خدا کا برحق رسُول تسلیم کرتا ہوں۔ اب میں ایک امّتی کی طرح انکی اطاعت و پیروی کروں گا اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرتا رہوں گا۔

دراصل اِسی عہد و اقرار کا نام ایمان ہے اور توحید و رسالت کی شہادت دینے کا بھی یہی مقصد و مطلب ہے۔

لہٰذا کلمہ پڑھنے والے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے کو اس عہد و شہادت

کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گزرے تاکہ وہ اللہ کے نزدیک ایک سچا مومن و مسلم ہو، اور نجات وجنّت کا حقدار ہو۔

ایسے خوش نصیبوں کے لئے بڑی بشارتیں آئی ہیں جو کلمہ شریف کے اِن دونوں جزو (توحید و رسالت) کو سچے دل سے قبول کریں اور دل وزبان اور عمل سے اس کی شہادت دیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا: ——

"جو کوئی سچے دل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت دے تو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ ایسے شخص پر حرام کر دی ہے" —— (بخاری و مسلم)

بھائیو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی حقیقت اور اُس کے وزن کو خوب سمجھ کے دل وزبان سے اس کی شہادت دو اور فیصلہ کرلو کہ اپنی زندگی اس شہادت کے مطابق گزاریں گے تاکہ ہماری شہادت جھوٹی نہ ٹھہرے، کیونکہ اس شہادت ہی پر ہمارے ایمان واسلام کا اور ہماری نجات کا دارومدار ہے پس چاہیئے کہ: ——

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمارا پکا اعتقاد وایمان ہو۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہمارا اقرار واعلان ہو۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہماری زندگی کا اصول اور پوری دنیا کے لئے ہمارا پیغام ہو۔

دوسرا سبق

نماز

نماز کی اہمیت اور اُس کی تاثیر:۔

اللہ و رسُولؐ پر ایمان لانے اور توحید و رسالت کی گواہی دینے کے بعد سب سے پہلا اور سب سے بڑا فرض اسلام میں نماز ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت ہے، جو دن میں پانچ دفعہ فرض کی گئی ہے، قرآن شریف کی پچاسوں آیتوں میں اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی سیکڑوں حدیثوں میں نماز کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور اس کو دین کا ستون اور دین کی بُنیاد کہا گیا ہے۔

نماز کی یہ خاص تاثیر ہے کہ اگر وہ ٹھیک طریقے سے ادا کی جائے اور اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے پورے دھیان سے خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس سے آدمی کا دل پاک صاف ہوتا ہے، اور اس کی زندگی درست ہو جاتی ہے اور بُرائیاں اُس سے چھوٹ جاتی ہیں، اور نیکی اور سچائی کی محبت اور خدا کا خوف اُس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔
اسی لئے اسلام میں دوسرے تمام فرضوں سے زیادہ اس کی تاکید ہے۔
اور اسی واسطے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص

آپ کے پاس آکر اسلام قبول کرتا تو آپ توحید کی تعلیم کے بعد پہلا عہد اُس سے نماز ہی کا لیا کرتے تھے ـــــ الغرض کلمہ کے بعد نماز ہی اسلام کی بنیاد ہے ۔

نماز نہ پڑھنا، اور نماز نہ پڑھنے والے رسُول اللہؐ کی نظر میں

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز نہ پڑھنے کو کفر کی بات اور کافروں کا طریقہ قرار دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ :۔ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ـــــ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :ـــــ

"بندہ کے اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے ہی کا فاصلہ ہے"۔

(صحیح مسلم)

مطلب یہ ہے کہ بندہ اگر نماز چھوڑ دے گا تو کفر سے مِل جائے گا اور اُس کا یہ عمل کافروں کا سا عمل ہوگا ـــــ ایک دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ :ـــــ

"اسلام میں اُس کا کچھ بھی حصہ نہیں جو نماز نہ پڑھتا ہو"

(درمنثور، بحوالہ مسند بزّار)

نماز پڑھنا کتنی بڑی دولت اور کیسی نیک بختی ہے۔ اور نماز چھوڑنا کتنی بڑی ہلاکت اور کیسی بدبختی ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایک حدیث اور سُنیئے ـــــ ایک دن

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کی تاکید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"جو کوئی نماز کو اچھی طرح اور پابندی سے اَدا کرے گا، تو اُس کے واسطے قیامت میں وہ نور ہوگی، اور اُس کے لئے (ایمان و اسلام کی) دلیل ہوگی اور نجات دلانے کا ذریعہ بنے گی۔ اور جو کوئی اس کو خیال سے اور پابندی سے اَدا نہیں کرے گا تو وہ اُس کے لئے نہ نور ہوگی اور نہ دلیل بنے گی، اور نہ وہ اُس کو عذاب سے نجات دلائے گی۔ اور وہ شخص قیامت میں قارون، فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا ——— (مسند احمد)

بھائیو! ہم میں سے ہر ایک کو سوچنا چاہیئے کہ اگر ہم نے اچھی طرح اور پابندی سے نماز پڑھنے کی عادت نہ ڈالی، تو پھر ہمارا حشر اور ہمارا انجام کیا ہونے والا ہے۔

نماز نہ پڑھنے والوں کی میدانِ حشر میں رُسوائی :———

نماز نہ پڑھنے والوں کو قیامت کے دن سب سے پہلے جو سخت ذلت و رُسوائی اٹھانا پڑے گی اُس کو قرآن مجید کی ایک آیت میں اِسطرح بیان فرمایا گیا ہے:۔

"یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۝ خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ ۭ وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَھُمْ سَالِمُوْنَ ۝" (سورۂ قلم)

اِس آیت کا مطلب اور خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن (جب کہ نہایت سخت گھڑی ہوگی اور شروعِ دُنیا سے لے کر قیامت تک کے سارے انسان محشر میں جمع ہوں گے) تو اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلّی ظاہر ہوگی اور اُس وقت پکارا جائے گا کہ سب لوگ اللہ کے حضور میں سجدے میں گر جائیں، تو جو خوش نصیب اہلِ ایمان دُنیا میں نمازیں پڑھتے تھے اور اللہ کو سجدے کیا کرتے تھے وہ تو فوراً سجدے میں چلے جائیں گے ——

لیکن جو لوگ تندرست اور اچھے بھلے چنگے ہونے کے باوجود نمازیں نہیں پڑھتے تھے اُن کی کمریں اُس وقت تختے کی مانند سخت کر دی جائیں گی، اور وہ کافروں کے ساتھ کھڑے رہ جائیں گے، سجدہ نہ کر سکیں گے اور اُن پر سخت ذلّت و خواری کا عذاب چھا جائے گا اور اُنکی نگاہیں نیچی ہونگی اور وہ آنکھ اُٹھا کر کچھ دیکھ بھی نہ سکیں گے۔ دوزخ کے عذاب سے پہلے ذلّت وخواری کا یہ عذاب اُنھیں سرِ محشر اُٹھانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس عذاب سے بچائے۔

دراصل نماز نہ پڑھنے والا شخص ایک طرح سے خدا کا باغی ہے اور وہ جس قدر بھی ذلیل و رُسوا کیا جائے اور جتنا بھی اُس کو عذاب دیا جائے بلاشبہ وہ اس کا مستحق ہے —— اُمّت کے بعض اماموں کے نزدیک تو نماز چھوڑنے والے لوگ دین سے خارج اور مرتدوں کی طرح قتل کئے جانے کے قابل ہیں

بھائیو! ہم سب کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ نماز کے بغیر اسلام کا دعویٰ بے ثبوت اور بے بنیاد ہے۔ نماز پڑھنا ہی وہ خاص اسلامی عمل ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق جوڑتا ہے اور ہم کو اسکی رحمت کا مستحق بناتا ہے۔

نماز کی برکتیں:—

جو بندہ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوکر دست بستہ کھڑا ہوتا ہے، اُس کی حمد وثنا کرتا ہے، اُس کے سامنے جُھکتا ہے اور سجدے میں گرتا ہے اور اُس سے دُعائیں کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی خاص محبت ورحمت کا مستحق ہو جاتا ہے اور ہر ہر وقت کی نماز سے اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور اُس کے دل میں نورانیت پیدا ہوتی ہے، اور اسکی زندگی گناہوں کے مَیل کچیل سے پاک صاف ہو جاتی ہے ——

ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بڑی اچھی مثال دے کر فرمایا:—

"بتلاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو جس میں وہ ہر دن میں پانچ دفعہ نہاتا ہو، تو کیا اُسکے جسم پر کچھ بھی مَیل رہے گا؟۔ لوگوں نے عرض کیا:— حضور! کچھ بھی نہیں رہے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا:— بس پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔"

(بخاری ومسلم)

جماعت کی تاکید اور فضیلت:—

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی اصل فضیلت اور برکت حاصل ہونے کے لئے جماعت کے ساتھ

نماز پڑھنا بھی شرط ہے، اور اس کی اتنی سخت تاکید ہے کہ جو لوگ غفلت سے یا سستی سے جماعت میں حاضر نہیں ہوتے تھے، اُن کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا تھا کہ:۔

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں اُن کے گھروں میں آگ لگوا دوں"

(صحیح مسلم)

بس اسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جماعت کا چھوڑنا اللہ اور رسُول کو کس قدر ناپسند ہے ۔۔۔ اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ:۔

"جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب تنہا پڑھنے سے ۲۷ گنا زیادہ ہوتا ہے" [1] ۔۔۔ (بخاری و مسلم)

پابندی کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنے میں آخرت کے ثواب کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے فائدے ہیں۔ مثلاً یہ کہ جماعت کی پابندی سے آدمی میں وقت کی پابندی کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ۔۔۔

دن رات میں پانچ دفعہ محلہ کے سب مسلمان بھائیوں کا ایک جگہ اجتماع ہو جاتا ہے جس سے بڑے بڑے فائدے اٹھائے جاسکتے ہیں ۔۔۔

جماعت کی پابندی سے نماز کی پوری پابندی نصیب ہو جاتی ہے۔ اور جو لوگ جماعت کی پابندی نہیں کرتے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ اُن کی نمازیں

---

[1] واضح رہے کہ جماعت کی یہ تاکید اور فضیلت صرف مردوں کیلئے ہے۔ حدیث شریف میں صاف موجود ہے کہ عورتوں کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا ثواب مسجد میں پڑھنے سے زیادہ ملتا ہے۔ ۱۲

کثرت سے قضا ہوتی ہیں ــــــ اور ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے ہر آدمی کی نماز پوری جماعت کی نماز کا جزو بن جاتی ہے جس میں اللہ کے ایسے نیک اور صالح بندے بھی ہوتے ہیں جن کی نمازیں بڑی اچھی خشوع وخضوع والی ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کو قبول فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی سے یہ ہی اُمید ہے کہ جب وہ جماعت کے کچھ لوگوں کی نمازیں قبول فرمائے گا تو اُن ہی کیساتھ نماز پڑھنے والے دوسرے لوگوں کی بھی قبول فرمائے گا، اگرچہ اُن کی نمازیں اُس درجہ کی نہ ہوں ۔ ع

بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

پس ہم میں سے ہر شخص کو سوچنا چاہیئے کہ بلا کسی سخت مجبوری کے جماعت کھو دینا کتنے بڑے ثواب اور کتنی برکتوں سے اپنے کو محروم کر دینا ہے۔

خشوع وخضوع کی اہمیت :ــــــــــــ

خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے نماز اِس طرح پڑھی جائے کہ دل اُس کی محبت سے بھرا ہوا ہو اور اس کے خوف سے اور اس کی بڑائی و عظمت کے خیال سے سہما ہوا ہو، جیسے کوئی مجرم کسی بڑے سے بڑے حاکم و بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے ۔ کھڑا ہو تو خیال کرے کہ میں اپنے اللہ کے سامنے حاضر ہوں اور اس کی تعظیم میں کھڑا ہوں ۔ رکوع کرے تو خیال کرے کہ میں اُسی

کے آگے جھک رہا ہوں۔ اِسی طرح جب سجدہ کرے تو خیال کرے کہ میں اُس کے حضور میں سجدہ کر رہا ہوں، اور اُس کے سامنے اپنی ذلت اور عاجزی ظاہر کر رہا ہوں ——— اور بہت اچھا تو یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں، اور رکوع وسجدے میں جو کچھ پڑھے اس کو سمجھ سمجھ کر پڑھے۔ دراصل نماز کا اصلی مزہ جب ہی ہے کہ جو کچھ اس میں پڑھا جائے اس کے معنی مطلب سمجھ کر پڑھا جائے (نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اُسکے معنی یاد کر لینا بڑا آسان ہے)۔

نماز میں خشوع وخضوع اور اللہ تعالیٰ کی طرف دل کی توجہ دراصل نماز کی رُوح اور اُس کی جان ہے، اور اللہ کے جو بندے ایسی نماز پڑھیں اُنکی نجات اور کامیابی یقینی ہے ——— قرآن شریف میں ہے: ———

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ	کامیاب اور بامُراد ہیں وہ ایمان والے
هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ	جو اپنی نماز میں خشوع کیساتھ ادا کرتے ہیں۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ———

"پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کے لئے وضو کیا، اور ٹھیک وقت پر ان کو پڑھا، اور رکوع سجدہ بھی جیسے کرنا چاہیئے ویسے ہی کیا، اور خوب خشوع کے ساتھ ان کو ادا کیا، تو ایسے شخص کے لئے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا، اور جس نے ایسا نہ کیا (یعنی

جس نے اتنی اچھی طرح نماز نہ پڑھی) تو اُس کے لئے اللہ کا
کوئی وعدہ نہیں ہے، چاہے گا تو اس کو بخشدے گا اور چاہے گا
تو سزا دے گا۔" (مسند احمد و سنن ابو داؤد)

پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ آخرت کے عذاب سے نجات پائیں، اور اللہ تعالیٰ ضرور ہی ہم کو بخشدیں، تو ہمیں چاہیئے کہ اِس حدیث شریف کے مضمون کے مطابق پانچوں وقت کی نماز ہم اچھے سے اچھے طریقے سے پڑھا کریں۔

نماز پڑھنے کا طریقہ :—

جب نماز کا وقت آئے تو ہمیں چاہیئے کہ پہلے اچھی طرح وضو کریں اور یوں سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری کے لئے اور اس کی عبادت کے لئے یہ پاکی اور یہ صفائی ضروری ہے: اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ اُس نے وضو میں بھی ہمارے لئے بڑی رحمتیں اور برکتیں رکھی ہیں —
حدیث شریف میں ہے کہ: — وضو میں جسم کے جو حصے اور جو اعضاء دھوئے جاتے ہیں، اُن اعضاء سے ہونے والے گناہ وضو ہی کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں، اور ان گناہوں کا ناپاک اثر گویا وضو کے پانی سے دُھل جاتا ہے۔

وضو کے بعد جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہونے لگیں تو چاہیئے کہ خوب اچھی طرح دل میں خیال جمائیں کہ ہم گناہگار اور روسیاہ بندے اپنے

اُس مالک و معبود کے سامنے کھڑے ہو رہے ہیں جو ہمارے ظاہر و باطن اور کھلے چھپے سب حالات جانتا ہے، اور قیامت کے روز ہم کو اُس کے سامنے پیش ہونا ہے ——— پھر جس وقت کی نماز پڑھنی ہو خاص اُسی وقت کی نیت کرکے اور قاعدے کے مطابق کانوں تک ہاتھ اُٹھا کے دل و زبان سے کہنا چاہیئے:———

اَللّٰهُ اَكْبَرُ — اللہ بہت بڑا ہے

پھر ہاتھ باندھ کے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا پورا دھیان کر کے پڑھنا چاہیئے:———

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

اے میرے اللہ! پاک ہے تیری ذات اور تیرے ہی لئے ہے ہر تعریف، اور برکت والا ہے تیرا نام، اونچی ہے تیری شان، اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں شیطان مردود سے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت والا نہایت مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ اِيَّاكَ نَعْبُدُ

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے، بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے، جزا کے دن کا مالک ہے، ہم

وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِهْدِنَا	تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی
الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝	مدد مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہم کو سیدھے
صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ	راستے پر چلا، اُن اچھے بندوں کے راستہ
عَلَيْهِمْ ۝ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ	پر جن پر تو نے فضل فرمایا، نہ اُن پر تیرا
عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝	غضب و غصہ ہوا، اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔

اٰمِيْن ۝ ——— اے اللہ! میری یہ دعا قبول فرمالے

اِس کے بعد کوئی سُورۃ یا کسی سُورۃ کا کچھ حصہ پڑھیں۔

ہم یہاں قرآن شریف کی چھوٹی چھوٹی چار سورتیں ترجمہ کے ساتھ درج کرتے ہیں:——

(۱)

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ	قسم ہے زمانہ کی کہ سارے انسان ٹوٹے
خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	میں ہیں (اور اُن کا انجام بہت بُرا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	ہونے والا ہے) سوا اُن کے جو ایمان لائے
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ	اور انھوں نے اچھے عمل کئے اور ایک
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝	دوسرے کو حق کی اور صبر کی وصیت کی۔

(۲)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝	کہو اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے، وہ
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ	کسی کا محتاج نہیں، اور سب اُس کے
وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ	محتاج ہیں۔ نہ اُس کے اولاد ہے، نہ وہ

كُفُوًا اَحَدٌ ۝ کسی کی اولاد ہے، اور نہ کوئی اسکے برابر ہے۔

(۳)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

کہو میں صبح کی روشنی کے رب کی پناہ لیتا ہوں اس کی سب مخلوق کے شر سے، اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے، اور پھونکنے والیوں کے شر سے گرہوں میں (یعنی ٹونے ٹوٹکے کرنے والی عورتوں کے شر سے) اور حسد کرنیوالے کے شر سے جب وہ حسد کرے

(۴)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

کہو میں پناہ لیتا ہوں سب آدمیوں کے رب کی، سب کے بادشاہ اور سب کے معبود کی، برا خیال ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے، جو آدمیوں کے دلوں میں بُرے خیال ڈالتا ہے خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے۔

الغرض الحمد شریف کے بعد قرآن شریف کی کوئی سورۃ یا اُس کا کچھ حصہ پڑھنا چاہیئے۔ ہر نماز میں اتنی قراءت یعنی اتنا قرآن پڑھنا ضروری ہے ــــ جب یہ قرأت کر چکے تو اللہ تعالیٰ کی شان کی بڑائی اور کبریائی کا دھیان کرتے ہوئے دل وزبان سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے اور بار بار کہے: ــــ

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم ــــ پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم ــــ پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْم ــــ پاک ہے میرا پروردگار جو بڑی شان والا ہے

جس وقت رکوع میں اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بڑائی کا یہ کلمہ زبان پر جاری ہو اُس وقت دل میں بھی اُس کی پاکی اور عظمت کا پورا پورا دھیان ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد رکوع سے سَر اٹھائے اور کہے :ــــ

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ

اللہ نے اُس بندہ کی سُن لی جس نے اُس کی تعریف بیان کی

اِس کے بعد کہے :ــــ

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

اے ہمارے مالک اور پروردگار سب تعریف تیرے ہی لئے ہے

اس کے بعد پھر دل و زبان سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، اور اپنے مولا کے سامنے سجدے میں گر جائے، اور یکے بعد دیگرے دو سجدے کرے، اور ان سجدوں میں اللہ تعالیٰ کا پورا دھیان کر کے اور اپنے سامنے اس کو حاضر ناظر جان کے اور اُس کو اپنا مخاطب بنا کے زبان سے اور زبان کے ساتھ دل وجان سے کہے، اور بار بار کہے :ــــ

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ــــ پاک ہے میرا پروردگار جو بہت اونچی شان والا ہے
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ــــ پاک ہے میرا پروردگار جو بہت اونچی شان والا ہے
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ــــ پاک ہے میرا پروردگا جو بہت اونچی شان والا ہے

سجدے کی حالت میں جس وقت یہ کلمہ زبان پر ہو اُس وقت دل میں اپنی عاجزی اور کمتری کا اور اللہ تعالیٰ کی پاکی اور بے حد بلندی کا پورا پورا دھیان ہونا چاہیئے۔ یہ دھیان اور یہ خیال جتنا زیادہ اور جتنا گہرا ہوگا، نماز اتنی ہی زیادہ اچھی اور زیادہ قیمتی ہوگی، کیونکہ یہی نماز کی رُوح ہے۔

یہ صرف ایک رکعت کا بیان ہوا۔ پھر جتنی رکعت نماز پڑھنی ہو اسیطرح پڑھنی چاہیئے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ صرف پہلی ہی رکعت میں پڑھا جاتا ہے۔

نماز کے آخر میں اور درمیان میں جب بیٹھتے ہیں تو اَلتَّحِيَّاتُ پڑھتے ہیں جو گویا نماز کا خلاصہ اور جوہر ہے، اور وہ یہ ہے:——

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ	ادب و تعظیم کے سب کلمے اللہ ہی کیلئے ہیں اور سب عبادتیں اور صدقے اللہ ہی کے واسطے ہیں۔ سلام ہو تم پر اے نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکتیں۔
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔	سلام ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے قابل نہیں سوا اللہ کے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔

تینؔ رکعت اور چارؔ رکعت والی نمازوں میں جب دوسری رکعت پر بیٹھتے ہیں تو صرف یہ اَلتَّحِيَّاتُ ہی پڑھی جاتی ہے، اور آخری رکعت پر جب

بیٹھتے ہیں تو اَلتَّحِیَّات کے بعد درود شریف اور ایک دُعا بھی پڑھتے ہیں۔
ہم ان دونوں کو بھی یہاں درج کرتے ہیں :۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ	اے اللہ! حضرت محمدؐ پر اور اُن کی آل پر خاص رحمت فرما جیسے تونے حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر رحمت کی، تو بڑی تعریفوں والا ہے بزرگی والا ہے۔
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ہ۔	اے اللہ! حضرت محمدؐ پر اور اُن کی آل پر برکتیں نازل فرما، جیسے تونے حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل کیں، تو بڑی تعریفوں والا ہے بزرگی والا ہے۔

یہ درود شریف دراصل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ کی آل کے لئے (یعنی آپکے گھروالوں اور آپ سے خاص دینی تعلق رکھنے والوں کے لئے) رحمت اور برکت کی دُعا ہے ـــــ ہم کو دین کی نعمت اور نماز کی دولت چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے واسطے سے ملی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اِس احسان کے شکریئے کے طور پر ہمارے ذمہ مقرر کیا ہے کہ جب نماز پڑھیں تو اس کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص متعلقین کیلئے رحمت و برکت کی دعا بھی کریں۔

پس ہمیں چاہیئے کہ ہر نماز کے آخر میں اَلتَّحِیَّات پڑھنے کے بعد ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اِس احسان کو یاد کرکے دل سے اُن پر یہ درود شریف

پڑھیں، اور اُن کے واسطے رحمت و برکت کی دُعا مانگیں ـــــ پھر درود شریف کے بعد اپنے لئے یہ دُعا کریں اور اس کے بعد سلام پھیر دیں :ـــــ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ	اے میرے اللہ! میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا
ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّاِنَّهٗ	(اور تیری فرمانبرداری اور عبادت میں مجھ سے
لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ	بڑا قصور ہوا) اور تیرے سوا کوئی گناہوں کا
اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ	بخشنے والا نہیں پس تو مجھے محض اپنے فضل
مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ	سے بخشدے اور مجھ پر رحم فرما، تو بخشنے والا
وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔	اور بڑا مہربان ہے ۔

اِس دُعا میں اپنے گناہوں اور قصوروں کا اقرار ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور رحم کی التجا ہے ـــــ درحقیقت بندہ کیلئے یہی مناسب ہے کہ وہ نماز جیسی عبادت کرکے بھی اپنے قصور کا اقرار کرے اور اپنے کو گناہگار اور قصوروار سمجھے اور اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت ہی کو اپنا سہارا سمجھے اور عبادت کی وجہ سے کوئی غرور اس میں پیدا نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ہم سے کسی طرح بھی ادا نہیں ہوسکتا ۔

اِس سبق میں نماز کے متعلق جو کچھ بیان کرنا تھا وہ سب بیان کیا جاچکا آخر میں ہم پھر کہتے ہیں کہ نماز وہ کیمیا اثر عبادت ہے کہ اگر اسکو دھیان کیساتھ اور سمجھ سمجھ کے اور خشوع و خضوع سے ادا کیا جائے (جیسا کہ اوپر ہم نے تبلایا ہے) تو وہ انسان کو اعمال و اخلاق میں فرشتہ بنا سکتی ہے ـــــ

بھائیو! نماز کی قدر و قیمت کو سمجھو ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے نماز پر قائم رہنے کی اتنی فکر تھی کہ بالکل آخری وقت میں جبکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اِس دُنیا سے رخصت ہو رہے تھے اور زبان سے کچھ فرمانا بھی مشکل تھا، اُسوقت بھی آپنے اپنی اُمت کو نماز پر قائم رہنے اور نماز کو قائم رکھنے کی بڑی تاکید کیساتھ وصیت فرمائی تھی۔

پس جو مسلمان آج نماز نہیں پڑھتے، اور نماز کو قائم کرنے اور رواج دینے کی کوئی کوشش نہیں کرتے، وہ خدارا سوچیں کہ قیامت میں وہ کس طرح حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا سکیں گے، اور کسطرح حضورؐ سے آنکھ ملا سکیں گے، جبکہ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کو بھی پامال کر رہے ہیں ——— آؤ ہم سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے الفاظ میں دُعا کریں: ———

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۝ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝	اے پروردگار! آپ مجھ کو اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دیجئے۔ اے رب! میری دُعا کو قبول کر لیجئے اے پروردگار مجھ کو اور میرے والدین کو اور سب ایمان والوں کو قیامت کے دن بخش دیجئے۔

نماز کے اثرات و برکات اور اس کی روح اور حقیقت سے واقف ہونے نیز اپنی نماز و دل میں خشوع کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے اس عاجز کی کتاب "نماز کی حقیقت" ملاحظہ فرمائی جائے۔

تیسرا سبق
زکوٰۃ

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ کا درجہ ہے گویا یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔

زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ جس مسلمان کے پاس ایک مقررہ مقدار میں مال و دولت ہو وہ ہر سال حساب لگا کر اپنی اُس دولت کا چالیسواں حصّہ غریبوں، مسکینوں پر یا نیکی کی اُن دوسری مدوں میں خرچ کر دیا کرے جو زکوٰۃ کے خرچ کے لئے اللہ و رسولؐ نے مقرر کی ہیں[1]

زکوٰۃ کی فرضیت اور اہمیت:

قرآن شریف میں جا بجا نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی تاکید کی گئی ہے اگر آپ قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوں گے تو اس میں بیسیوں جگہ پڑھا ہوگا۔ "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" (یعنی نماز قائم کرو۔ اور زکوٰۃ دیا کرو)۔ اور کئی جگہ مسلمانوں کی لازمی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ:۔ اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ (یعنی وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں)

لہ زکوٰۃ کے مسائل و احکام اور مصارف کا بیان فقہ کی کتابوں میں دیکھا جائے۔ یا اس کے لئے علماء کی طرف رجوع کیا جائے۔ ۱۲

اِس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ نماز نہیں پڑھتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں کیونکہ اسلام کی جو باتیں اور جو صفتیں اصلی مسلمانوں میں ہونی چاہئیں وہ ان میں نہیں ہیں۔

بہرحال نماز نہ پڑھنا اور زکوٰۃ نہ دینا قرآن شریف کے بیان کے مطابق مسلمانوں کی صفت نہیں ہے بلکہ کافروں مشرکوں کی صفت ہے۔ نماز کے متعلق تو سورۂ روم کی ایک آیت میں فرمایا گیا ہے:——

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (الروم-۳۱)	نماز قائم کرو (اور نماز چھوڑ کے) مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

اور زکوٰۃ نہ دینے کو مشرکوں کافروں کی صفت سورۂ فُصِّلَتْ کی اِس آیت میں بتلایا گیا ہے:——

وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ (فُصِّلَتْ - ع۱)	ان مشرکوں کیلئے بڑی خرابی ہے اور ان کا انجام بہت بُرا ہونیوالا ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے اور وہ آخرت کے منکر اور کافر ہیں۔

زکوٰۃ نہ دینے کا دردناک عذاب:——

زکوٰۃ نہ دینے والوں کا جو بُرا انجام قیامت میں ہونے والا ہے اور جو سزا اُن کو ملنے والی ہے وہ اتنی سخت ہے کہ اُس کے سُننے ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل کانپنے لگتے ہیں — سُورۂ توبہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ	اور جو لوگ سونا چاندی (مال و دولت) جوڑ
وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا	کے رکھتے ہیں اور اُس کو خدا کی راہ میں
فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم	خرچ نہیں کرتے (یعنی اُن پر جو زکوٰۃ وغیرہ
بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ	فرض ہے اُس کو ادا نہیں کرتے) اے رسُول!
يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ	تم انھیں سخت دردناک عذاب کی خبر سُنا دو۔
فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ	جس دن کہ تپایا جائیگا انکی اس دولت کو
وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ	دوزخ کی آگ میں پھر داغی جائیں گی اُس سے
هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ	انکی پیشانیاں اور انکی کروٹیں اور پیٹھیں
فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ	(اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ مال و دولت
تَكْنِزُونَ ۝ ـــــــــ	جس کو تم نے جوڑا تھا اپنے واسطے، پس مزا
(سوُرۂ توبہ۔ ع ۵)	چکھو اپنی جوڑی ہوئی دولت کا۔

اس آیت کے مضمون کی کچھ تفصیل حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بھی فرمائی ہے۔ اُس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔ ـــــ

جس شخص کے پاس سُونا چاندی (یعنی مال و دولت) ہو، اور وہ اس کا حق ادا نہ کرے (یعنی زکوٰۃ وغیرہ نہ دیتا ہو) تو قیامت کے دن اُس کے واسطے آگ کی تختیاں تیار کیجائیں گی، پھر اُن کو دوزخ کی آگ میں اور زیادہ گرم کر کے اُن سے اُس شخص کی پیشانی کو اور کروٹ کو اور پشت کو داغا جائے گا اور اسیطرح بار بار اُن تختیوں کو دوزخ کی آگ پر تپا کے اُس شخص کو

دباغا جاتا رہے گا، اور روزِ قیامت کی پوری مدت میں اس عذاب کا سلسلہ جاری رہے گا اور وہ مدت پچاس ہزار سال کی ہوگی (تو گویا پچاس ہزار سال تک اُس کو یہ سخت دردناک عذاب ہوتا رہے گا)"!

بعض حدیثوں میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے اس کے علاوہ اور دوسرے قسم کے سخت عذابوں کا بھی ذکر آیا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے عذاب سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو خوشحال اور مالدار کیا ہے وہ اگر زکوٰۃ نہ دیں اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کی راہ میں خرچ نہ کریں تو بلاشبہ وہ بڑے ہی ناشکرے بڑے ہی ظالم ہیں، اور ان کو جو سخت سے سخت سزا بھی قیامت میں دیجائے بالکل بجا ہے

زکوٰۃ نہ دینا ظلم، اور کفرانِ نعمت ہے: ———

پھر یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ زکوٰۃ وصدقات سے دراصل اپنے ہی غریب اور ضرورت مند بھائیوں کی خدمت ہوتی ہے، تو زکوٰۃ نہ نکالنا دراصل اپنے اُن غریب اور مجبور بھائیوں پر ظلم کرنا اور اُن کا حق مارنا ہے۔

بھائیو! ذرا سوچو ہمارے آپ کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا تو دیا ہوا ہے، اور ہم خود بھی اسی کے بندے اور اُسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ پس اگر وہ ہم سے ہمارا سارا مال بھی طلب کرے، بلکہ جان دینے کو بھی کہے تو ہمارا فرض ہے کہ بلا چون وچرا سب کچھ دے دیں ——— یہ تو اُس کا بڑا کرم ہے کہ اپنے دیئے ہوئے مال میں سے صرف چالیسواں حصہ نکالنے کا اُس نے حکم دیا ہے۔

زکوٰۃ کا ثواب :

پھر اللہ تعالیٰ کا دوسرا بہت بڑا کرم اور احسان یہ ہے کہ اُس نے زکوٰۃ اور صدقہ کا بہت بڑا ثواب مقرر کیا ہے، حالانکہ زکوٰۃ یا صدقہ دینے والا بندہ جو کچھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ ہی کے دیئے ہوئے مال میں سے دیتا ہے، اِس لئے اگر اللہ پاک اس پر کوئی ثواب نہ دیتا تو بالکل حق تھا، مگر یہ اُس کا کرم ہی کرم ہے کہ اُس کے دیئے ہوئے مال میں سے ہم جو کچھ اُس کے حکم سے زکوٰۃ یا صدقہ کے طور پر اُس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے اور اس پر بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ فرماتا ہے ——— قرآن مجید ہی میں ارشاد ہے : ———

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ	جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ
اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	کرتے ہیں اُن کے اس خرچ کرنے کی مثال
كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ	اُس دانہ کی سی ہے جس سے پودا اُگے
سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ	اور اُس سے سات بالیں نکلیں، اور ہر
مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ	بالی میں سَو دانے ہوں، اور اللہ بڑھاتا ہے
لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ	جس کے واسطے چاہے، وہ بڑی وسعت
عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ	والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے، جو لوگ
اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا	اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر
يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ	نہ وہ احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف
اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ	دیتے ہیں، اُن کے واسطے اُن کے رب کے

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (سورۂ بقرہ ع ۳۶) — پاس بڑا ثواب ہے اور انھیں قیامت میں کوئی خوف وخطرنہ ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اِس آیت میں زکوٰۃ دینے والوں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنیوالوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تینؔ وعدے فرمائے گئے ہیں :—

(۱) یہ کہ جتنا وہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو اس کے بدلے سیکڑوں گنا زیادہ دے گا۔

(۲) یہ کہ ان کو آخرت میں اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر وثواب ملے گا، اور بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی۔

(۳) یہ کہ قیامت کے دن اُن کو کوئی خوف وخطرا ور کوئی رنج وغم نہ ہوگا —— سُبحان اللہ!

بھائیو! صحابۂ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں پر پورا پورا یقین تھا اِسلئے اُن کا حال یہ تھا کہ جب راہِ خدا میں صدقہ کرنے کی فضیلت کی اور ثواب کی آیتیں حضورؐ پر نازل ہوئیں اور اُنھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اُنکا بیان سُنا تو ان میں جو غریب تھے اور جن کے پاس صدقہ کرنے کے لئے پیسہ بھی نہ تھا وہ بھی صدقہ کرنے کے ارادے سے مزدوری کرنے لئے گھروں سے نکل پڑے اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لاد لاد کر انھوں نے پیسے کمائے اور راہِ خدا میں صدقہ کیا[۱]۔

زکوٰۃ کی اہمیت اور فضیلت کے بارے میں یہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] ریاض الصالحین ص۲۸ (بحوالہ بخاری ومسلم) ۱۲

حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: — کی صرف ایک حدیث اور درج کرتے ہیں —

"تین باتیں ہیں۔ جس شخص نے انکو اختیار کر لیا اس نے ایمان کا مزہ پالیا:- ایک یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرے — اور دوسرے یہ کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر اس کا سچا ایمان و اعتقاد ہو اور تیسرے یہ کہ ہر سال دل کی پوری خوشی سے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے (تو جس کو یہ تین باتیں حاصل ہو جائیں گی اُسکو ایمان کی لذت اور چاشنی حاصل ہو جائے گی)"۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کا ذائقہ اور اس کی لذت نصیب فرمائے۔

زکوٰۃ اور صدقات کے بعض دنیوی فائدے: —

زکوٰۃ اور صدقات کا جو ثواب اور جو انعام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت میں ملے گا اُس کے علاوہ اس دنیوی زندگی میں بھی اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں — مثلاً یہ کہ زکوٰۃ اور صدقات ادا کرنے والے مومن کا دل بڑا خوش اور مطمئن رہتا ہے — غریبوں کو اس پر حسد نہیں ہوتا، بلکہ وہ اُس کی بہتری چاہتے ہیں، اُس کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور اُس کی طرف محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں — عام دنیا کی نظروں میں بھی ایسے شخص کی بڑی وقعت ہوتی ہے، اور سب لوگوں کی محبت و ہمدردی ایسے شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے مال میں بڑی برکتیں دیتا ہے — ایک حدیث

ہیں ہے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔۔۔۔۔۔

"اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اے فرزند آدمؑ! تو (میرے غریب وحاجت مند بندوں پر اور نیکی کے دوسرے کاموں میں) میرا دیا ہوا مال خرچ کئے جا، میں تجھ کو برابر دیتا رہوں گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔۔

"میں اِس پر قسم کھا سکتا ہوں کہ صدقہ کرنے کی وجہ سے (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وجہ سے) کوئی شخص غریب اور مفلس نہ ہوگا۔"

اللہ تعالیٰ ہم کو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اِن ارشادات پر حقیقی ایمان ویقین نصیب فرمائے اور ذوق وشوق کے ساتھ عمل کی توفیق دے۔

۴ چوتھا سبق

روزہ

روزہ کی اہمیت اور فرضیت :

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں ایمان اور نماز وزکوٰۃ کے بعد روزہ کا درجہ ہے ــــ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے :ــــ

یَآاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ۞	اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا تاکہ تم میں تقوے کی صفت پیدا ہو۔
(بقرہ ع ۲۳)	

اسلام میں پورے مہینے رمضان کے روزے فرض ہیں، اور جو شخص بلا کسی عذر اور مجبوری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے تو وہ بہت ہی سخت گناہگار ہے ــــ ایک حدیث میں ہے کہ :ــــ

"جو شخص بلا کسی معذوری اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے، وہ اگر اس کے بدلہ ساری عُمر بھی روزہ رکھے تو اس کا پورا حق ادا نہ ہو سکے گا۔"

روزوں کا ثواب :

روزہ میں چونکہ کھانے پینے اور نفسانی شہوت کے پورا کرنے سے اپنے نفس

کو عبادت کی نیت سے روکا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی خواہشوں اور لذتوں کو قربان کیا جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا ثواب بھی سب سے نرالا اور بہت زیادہ رکھا ہے ——— ایک حدیث میں ہے کہ :———

"بندوں کے سارے نیک اعمال کی جزا کا ایک قانون مقرر ہے اور ہر عمل کا ثواب اُسی مقررہ حساب سے دیا جائے گا، لیکن روزہ اس عام قانون سے مستثنیٰ ہے، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بندہ روزے میں میرے لئے اپنا کھانا پینا اور اپنے نفس کی شہوت کو قربان کرتا ہے، اس لئے روزہ کی جزا بندہ کو میں خود براہِ راست دوں گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :———

"جو شخص پورے ایمان ویقین کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اور اس سے ثواب لینے کے لئے رمضان کے روزے رکھے تو اُس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ :———

"روزہ دار کے لئے فرحت کے دو خاص موقعے ہیں۔ ایک خاص فرحت اُس کو افطار کے وقت اِس دنیا ہی میں حاصل ہوتی ہے اور دوسری فرحت آخرت میں اللہ کے سامنے حاضری اور بارگاہِ الٰہی میں باریابی کے وقت حاصل ہوگی۔"

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ :———

"روزہ دوزخ کی آگ سے بچانے والی ڈھال ہے، اور ایک مضبوط قلعہ ہے (جو دوزخ کے عذاب سے روزہ دار کو محفوظ رکھے گا)"۔

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے کہ :—

"روزہ دار کے لئے خود روزہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کریگا کہ میری وجہ سے اس بندے نے دن کو کھانا پینا اور خواہشِ نفس کا پورا کرنا چھوڑا تھا (پس اس کو بخشد یا جائے اور اس کو پورا اجر دیا جائے) تو اللہ تعالیٰ روزہ کی یہ سفارش قبول فرمالے گا"۔

ایک حدیث میں ہے کہ :—

"روزہ دار کے منہ کی بدبو (جو بعض اوقات معدہ خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے اچھی ہے"۔

ان حدیثوں میں روزے کی جو فضیلتیں بیان ہوئی ہیں انکے علاوہ اس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ انسانوں کو دوسرے حیوانوں سے ممتاز کرتا ہے — جب جی چاہا کھالیا، جب جی میں آیا پی لیا، اور جب نفسانی خواہش ہوئی اپنے جوڑے سے لذت حاصل کرلی، یہ شان حیوانوں کی ہے، اور کبھی نہ کھانا، کبھی نہ پینا، اور جوڑے سے کبھی لذت حاصل نہ کرنا یہ شان فرشتوں کی ہے، پس روزہ رکھ کر انسان دوسرے حیوانوں سے ممتاز ہوتا ہے، اور فرشتوں سے ایک طرح کی مناسبت اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔

روزوں کا خاص فائدہ :-

روزے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آدمی میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفت پیدا ہوتی ہے اور اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت آتی ہے اور اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنے نفس کی خواہش اور جی کی چاہت کو دبانے کی عادت پڑتی ہے اور رُوح کی ترقی اور تربیت ہوتی ہے۔

لیکن یہ سب باتیں جب حاصل ہوسکتی ہیں کہ روزہ رکھنے والا خود بھی انکے حاصل کرنے کا ارادہ رکھے، اور روزے میں اُن تمام باتوں کا لحاظ رہے جن کی ہدایت رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے یعنی کھانے پینے کے علاوہ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بھی پرہیز کرے، نہ جھوٹ بولے، نہ غیبت کرے، نہ کسی سے لڑے جھگڑے ——— الغرض روزے کے زمانہ میں تمام ظاہری اور باطنی گناہوں سے پوری طرح بچے، جیساکہ حدیثوں میں اس کی تاکید کی گئی ہے ——— چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :———

"جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو چاہیئے کہ کوئی گندی اور بُری بات اُس کی زبان سے نہ نکلے، اور وہ شور شغب بھی نہ کرے، اور اگر کوئی آدمی اُس سے جھگڑا کرے اور اس کو گالیاں دے تو اُس سے بس یہ کہدے کہ میں روزے سے ہوں (اس لئے تمہاری گالیوں کے جواب میں بھی میں

گالی نہیں دے سکتا)"

ایک اور حدیث ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

جو شخص روزے میں بھی غلط گوئی اور غلط کاری نہ چھوڑے، تو اللہ کو اسکے کھانا پانی چھوڑنے کی کوئی ضرورت اور کوئی پرواہ نہیں"

ایک اور حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"کتنے ہی ایسے روزہ دار ہوتے ہیں (جو روزہ میں بُری باتوں اور بُرے کاموں سے پرہیز نہیں کرتے اور اس کی وجہ سے) انکے روزوں کا حاصل بھوک پیاس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا"

الغرض روزے کے اثر سے رُوح میں پاکیزگی اور تقویٰ و پرہیزگاری کی صفت اور نفسانی خواہشات پر قابو پانے کی طاقت جب ہی پیدا ہوگی جبکہ کھانے پینے کی طرح دوسرے تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے بھی پرہیز کیا جائے، اور خاص کر جھوٹ، غیبت اور گالی گلوج وغیرہ سے زبان کی حفاظت کیجائے۔

بہرحال اگر اس طرح کے مکمل روزے رکھے جائیں تو انشاءاللہ وہ سب فائدے حاصل ہوسکتے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اور ایسے روزے آدمی کو فرشتہ صفت بنا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سبکو توفیق دے کہ روزے کی حقیقت اور اس کی قدر و قیمت کو سمجھیں، اور اسکے ذریعہ اپنے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفت پیدا کریں۔

روزہ کی اہمیت وفضیلت اور اس کی تاثیرات کے بارے میں تفصیل کے لئے میرا رسالہ "برکات رمضان" ملاحظہ فرمایا جائے۔ نعمانی

پانچواں سبق

حج

حج کی فرضیت :

اسلام کے ارکان میں سے آخری رکن "حج" ہے ــــ قرآن شریف میں حج کی فرضیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے :ــــ

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (آل عمران - ع ۱۰)	اور اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے اُن لوگوں پر جو وہاں تک پہونچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو لوگ نہ مانیں تو اللہ بے نیاز ہے سب دنیا سے ۔

اس آیت میں حج کے فرض ہونے کا اعلان بھی فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ صرف اُن لوگوں پر فرض ہے جو وہاں پہونچنے کی طاقت اور حیثیت رکھتے ہوں ۔

اور آیت کے آخری حصے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے حج کرنے کی استطاعت اور طاقت دی ہو اور وہ ناشکری سے حج نہ کریں (جیسے کہ آجکل کے بہت سے مالدار نہیں کرتے) تو اللہ تعالیٰ سب سے بے نیاز اور بے پروا ہے، اس لئے انکے حج نہ کرنے سے اُسکا تو کچھ نہیں بگڑے گا،

البتہ اس ناشکری اور کفرانِ نعمت کی وجہ سے یہ ناشکرے بندے خود ہی اُس کی رحمت سے محروم رہ جائیں گے اور اُن کا انجام خدانخواستہ بہت بُرا ہوگا ___ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ :___

"جس کسی کو اللہ نے اتنا دیا ہو کہ وہ حج کر سکے لیکن اِسکے باوجود وہ حج نہ کرے تو کوئی پرواہ نہیں ہے کہ خواہ وہ یہودی ہو کر مَرے یا نصرانی ہو کر"

بھائیو! اگر ہمارے دلوں میں ایمان و اسلام کی کچھ بھی قدر ہو اور اللہ و رسولؐ سے کچھ بھی تعلق ہو، تو اس حدیث کے معلوم ہو جانے کے بعد ہم میں سے کسی ایسے شخص کو حج سے محروم نہ رہنا چاہیئے جو وہاں پہونچ سکتا ہو۔

حج کی فضیلتیں اور برکتیں :___

بہت سی حدیثوں میں حج کی اور حج کرنیوالوں کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں یہاں ہم صرف دو تین حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ :___

"حج اور عمرہ کے لئے جانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے خاص مہمان ہیں، وہ اللہ سے دُعا کریں تو اللہ اُنکی دُعا قبول کرتا ہے، اور مغفرت مانگیں تو اُن کو بخشدیتا ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ :___

"جو شخص حج کرے اور اس میں کوئی فحش اور بیہودہ حرکت نہ کرے اور اللہ کی نافرمانی نہ کرے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر واپس آئے گا جیسا کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت بالکل

بے گناہ تھا"

ایک اور حدیث میں ہے کہ:—

"حج مبرور (یعنی وہ حج جو خلوص کے ساتھ اور بالکل ٹھیک ٹھیک ادا کیا گیا ہو اور اس میں کوئی بُرائی اور خرابی نہ ہوئی ہو تو) اسکی جزا صرف جنت ہی جنت ہے"

حج کی نقد لذتیں:—

حج کی برکت سے گناہوں کی معافی اور جنت کی نعمتیں جو حاصل ہوتی ہیں وہ تو انشاء اللہ پوری طرح آخرت میں ملیں گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی خاص تجلّی گاہ اور اُس کے انوار کے خاص مرکز بیت اللہ شریف کو دیکھ کر اور مکّہ معظمہ کے اُن خاص مقامات پر پہونچ کر جہاں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی اور ہمارے نبی و رسُول سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص یادگاریں اب تک موجود ہیں ایمان والوں کو جو لذّت اور دولت حاصل ہوتی ہے وہ بھی اِس دنیا میں جنّت ہی کی نعمت ہے۔ پھر مدینۂ طیبہ میں روضۂ اقدس کی زیارت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد شریف میں نمازیں پڑھنا اور براہ راست حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر صلوٰۃ وسلام عرض کرنا، طیبہ کی گلیوں میں اور وہاں کے جنگلوں میں پھرنا، وہاں کی ہوا میں سانس لینا، اور وہاں کی مقدس زمین میں اور ہوا میں بسی ہوئی خوشبو سے دماغ کا معطر ہونا، اور حضورؐ کو یاد کر کے شوق و محبت میں خوش ہونا، کبھی ہنسنا اور کبھی رو پڑنا، یہ وہ لذتیں

ہیں جو حج کرنے والوں کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ پہونچکر نقد حاصل ہوتی ہیں، بشرطیکہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس قابل بنادے کہ وہ اِن لذّتوں کو محسوس کرسکے ——— آؤ سب دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے یہ لذّتیں اور دولتیں ہم کو نصیب فرمائے۔

اِسلام کی پانچ بنیادیں

اسلام کی جن پانچ بنیادی تعلیمات کا یہاں تک بیان ہوا۔ یعنی:۔

کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ یہ پانچوں "ارکانِ اسلام" کہے جاتے ہیں ——— رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا کہ :———

اسلام کی بنیاد اِن پانچ چیزوں پر قائم ہے :———

ایک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دینا۔ دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے زکوٰۃ دینا۔ چوتھے رمضان کے روزے رکھنا، اور پانچویں بیت اللہ کا حج کرنا اُن کے لئے جو وہاں تک پہونچ سکتے ہوں :

اِن پانچ چیزوں کے ارکانِ اسلام اور بنیادِ اسلام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام کے بنیادی فرائض ہیں اور ان پر اچھی طرح عمل کرنے سے اسلام کے باقی احکام پر عمل کرنے کی بھی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہاں ہم نے ان ارکان کی صرف اہمیت اور فضیلت بیان کی ہے، ان کے تفصیلی مسائل فقہ کی معتبر کتابوں میں دیکھے جائیں یا علماء امت سے دریافت کئے جائیں

چھٹا سبق

تقویٰ اور پرہیزگاری

تقویٰ اور پرہیزگاری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے ——— تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کے حساب اور جزا و سزا پر یقین رکھتے ہوئے اور اللہ کی پکڑ اور اُس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے تمام بُرے کاموں اور بُری باتوں سے بچا جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلا جائے ——— یعنی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کی ہیں اور اپنے جن بندوں کے جو حق ہم پر لازم اور مقرر کئے ہیں اُن کو ہم ادا کریں، اور جن کاموں اور جن باتوں کو حرام اور ناجائز کر دیا ہے ہم اُن سے بچیں، اور اُن کے پاس بھی نہ جائیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہیں۔ قرآن و حدیث میں بڑی تاکید کے ساتھ اور بار بار اِس تقوے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ہم صرف چند آیتیں اور حدیثیں یہاں درج کرتے ہیں ——— سُورہ آل عمران میں ارشاد ہے:———

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنا چاہیے (اور آخری دم تک اسی تقوے کے تحت اُس کی فرمانبرداری کرتے رہو)

مُسْلِمُوْنَ ○ (آلِ عمران - ١١٦)

یہاں تک کہ تم کو اسی فرمانبرداری کی حالت میں موت آئے۔

اور سورۂ تغابن میں فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ○ (تغابن - ٢٦)

اللہ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو جس قدر بھی تم سے ہو سکے اور اس کے سارے حکم سُنو اور مانو۔

اور سُورۂ حشر میں فرمایا گیا ہے:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○۔ (سُورۃ الحشر - ٣٦)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو (اور تقویٰ اختیار کرو) اور ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دیکھے اور غور کرے کہ اُس نے کل کے لئے (یعنی آخرت کے لئے) کیا عمل کئے ہیں، اور دیکھو اللہ سے ڈرتے رہو، وہ تمہارے سب عملوں سے پوری طرح خبردار ہے۔

قرآن شریف ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں، اور تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ زندگی گزاریں، اُن پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کی بڑی مدد کرتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ○

اور جو لوگ ڈریں اللہ سے (اور تقوے والی زندگی گزاریں) تو اللہ اِن کے لئے مشکلات سے نکلنے کے راستے پیدا کرتا ہے اور اُن کو ایسے

(الطلاق - ع ١) طریقوں سے رزق دیتا ہے جس کا اُن کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

قرآن شریف ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں میں تقویٰ ہوتا ہے وہ اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور پھر اُن کو کسی دوسری چیز کا ڈر اور رنج بالکل نہیں ہوتا۔ ارشاد ہے:۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ	یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے جو ولی ہوتے ہیں
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ	انھیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوتا، یہ وہ
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ	لوگ ہوتے ہیں جو سچے مومن اور متقی ہوں،
الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا	اُن کے واسطے بشارت ہے دنیا کی زندگی
وَفِى الْاٰخِرَةِ ۝ (یونس۔ ع ٧)	میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ان متقی اور پرہیزگار لوگوں کو جو نعمتیں آخرت میں ملنے والی ہیں اُن کا کچھ ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے:۔

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ	(اے رسولؐ! ان لوگوں سے) آپ کہئے:۔
مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ	کیا میں تمھیں وہ چیز بتاؤں جو تمھاری
اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ	اس دنیا کی تمام مرغوب چیزوں اور لذتوں
جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ	سے بہت بہتر ہے؟ (سنو) اُن لوگوں کیلئے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	جو اللہ سے ڈریں اور تقوے والی زندگی
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا	اختیار کریں۔ ان کے مالک کے پاس ایسے
وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ	باغہائے جنت ہیں جن کے نیچے نہریں،

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۚ	چلتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اور ایسی بیبیاں ہیں جو بہت صاف ستھری ہیں (اور ان کے لئے) اللہ کی رضامندی اور خوشنودی ہے، اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے اپنے سب بندوں کو (سب کے ظاہر و باطن کا حال اُس کی نظر میں ہے)۔
(سورۂ آلِ عمران - ع ۲)	

اِس سلسلہ میں سورۂ ص کی یہ آیت اور سُن لیجئے! :———

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۙ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۚ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۙ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۙ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۙ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۚ	اور یقیناً متقی بندوں کے لئے بہت ہی اچھا ٹھکانا ہے، باغ ہیں سدابہار ہمیشہ رہنے کے کھلے ہوئے ہیں اُن کے لئے دروازے، بیٹھے ہیں ان میں تکیے لگائے، منگاتے ہیں (خادموں سے) میوے اور شربت، اور ان کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں، سب برابر عمر کی۔ یہ ہے وہ انعام جس کا وعدہ کیا جا رہا ہے تم سے روزِ حساب کے لئے۔ بیشک یہ ہے ہمارا رزق، جس کے لئے کبھی نبڑنا نہیں۔
(ص - ع ۴)	

اور قرآن مجید ہی میں متقی بندوں کو یہ بھی خوش خبری سنائی گئی ہے کہ اپنے پروردگار کا خاص الخاص قرب ان کو نصیب ہوگا ——— سورۂ قمر کی

آخری آیت ہے :۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ؕ (قمر ۔ ع ۳)

متقی بندے (آخرت میں) جنت کے باغات اور نہروں میں رہیں گے، ایک عمدہ مقام میں کامل اقتدار رکھنے والے کائنات کے حقیقی بادشاہ کے قریب ۔

قرآن مجید میں یہ بھی اعلان فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے نزدیک عزت و شرافت کا مدار بس تقوے پر ہے ۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ ؕ (سُورۂ حجرات ۔ ع ۲)

تم میں سب سے زیادہ باعزت اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تقوے میں بڑا ہے ۔

اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے :۔

مجھ سے زیادہ قریب اور مجھے زیادہ پیارے وہی لوگ ہیں جن میں تقوے کی صفت ہے، خواہ وہ کسی قوم و نسل سے ہوں اور کسی بھی ملک میں رہتے ہوں ۔"

تقویٰ (یعنی خدا کا خوف اور آخرت کی فکر) ساری نیکیوں کی جڑ ہے، جس شخص میں جتنا تقویٰ ہوگا اُس میں اتنی ہی نیکیاں اور اچھائیاں جمع ہوں گی اور اتنا ہی وہ بُرے کاموں اور بُری باتوں سے دُور ہوگا ـــــــ

حدیث شریف میں ہے کہ :۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ :۔ حضرت ! میں نے حضورؐ کے بہت سے ارشادات

اور بہت سی ہدایات سُنی ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ یہ ساری ہدایتیں
اور نصیحتیں مجھے یاد نہ رہ سکیں اِس لئے حضورؐ کوئی ایک جامع
نصیحت فرمادیں جو میرے لئے کافی ہو؟ ——— آپ نے
ارشاد فرمایا:۔ اپنے علم اور واقفیت کی حد تک خدا سے ڈرتے رہو
اور اسی ڈر اور فکر اور تقویٰ کے ساتھ زندگی گزارو "
یعنی اگر یہ ہی ایک بات تم نے یاد رکھی اور عمل کیا تو بس یہی تمہارے لئے کافی ہے۔
——— ایک دوسری حدیث میں ہے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
"جسے خوف ہوگا وہ سویرے چل پڑے گا، اور جو سویرے
چل دے گا وہ بروقت منزل پر پہونچ جائے گا"۔
پس خوش نصیب اور کامیاب وہی ہیں جو خدا سے ڈریں، اور آخرت کی
فکر کریں۔

خدا کے خوف سے اور اُس کے عذاب کے ڈر سے اگر ایک آنسو بھی آنکھ
سے نکل آئے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اُس کی بڑی قدر ہے ———
حدیث شریف میں ہے کہ:———
"اللہ تعالیٰ کو انسان کے دو قطروں اور اس کے دو نشانوں سے
زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں، پس دو قطرے جو اللہ کو بہت
پیارے ہیں اُن میں سے ایک تو آنسو کا وہ قطرہ ہے جو اللہ کے
خوف سے کسی آنکھ سے نکلا ہو، اور دوسرا خون کا وہ قطرہ ہے جو
راہِ خدا میں کسی کے جسم سے بہا ہو، اور جو دو نشان اللہ کو بہت

محبوب ہیں اُن میں ایک تو وہ نشان ہے جو راہِ خدا میں کسی کو لگا ہو (یعنی جہاد میں زخم لگا ہو اور اُس کا نشان رہ گیا ہو) اور دُوسرا وہ نشان جو اللہ کے فرائض اَدا کرنے سے پڑ گیا ہو (جیسا کہ نمازیوں کی پیشانیوں اور گھٹنوں میں ہو جاتا ہے)۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:

ایسا آدمی کبھی دوزخ میں نہیں جا سکتا، جو اللہ کے خوف سے روتا ہو۔

الغرض خدا کا سچا خوف اور آخرت کی فکر اگر کسی کو نصیب ہو تو بڑی بات ہے اور اس خوف اور فکر سے آدمی کی زندگی سونا بن جاتی ہے۔

بھائیو! خوب سمجھ لو! اِس چند روزہ دُنیا میں جو خدا سے ڈرتا رہے گا مرنے کے بعد آخرت کی زندگی میں اُس کو کوئی خوف اور رنج و غم نہ ہوگا، اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ ہمیشہ خوش و خرّم اور بڑے چین و آرام سے رہے گا ——— اور جو یہاں خدا سے نہ ڈرے گا اور آخرت کی فکر نہ کرے گا اور دُنیا ہی کی لذّتوں میں مست رہے گا وہ آخرت میں بڑے دُکھ اُٹھائے گا، اور ہزاروں برس خون کے آنسو روئے گا۔

تقویٰ۔ یعنی خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا ہونے کا سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ اللہ کے اُن نیک بندوں کی صحبت ہے جو خدا سے ڈرتے ہوں اور اُسکے حکموں پر چلتے ہوں ——— دوسرا ذریعہ دین کی اچھی معتبر کتابوں کا پڑھنا اور سُننا ہے۔

اور تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ تنہائی میں بیٹھ بیٹھ کر اپنی موت کا خیال کیا کرے، اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکیوں پر جو ثواب اور گناہوں پر جو عذاب ملنے والا ہے اُس کو یاد اور اُس کا دھیان کیا کرے، اور اپنی حالت پر غور کیا کرے اور سوچا کرے کہ قبر میں میرا کیا حال ہوگا، اور قیامت میں جب سب بندے اٹھائے جائیں گے تو میری کیا حالت ہوگی، اور جب خدا کے سامنے پیشی ہوگی اور میرا نامۂ اعمال میرے سامنے کھولا جائے گا تو میں کیا جواب دوں گا، اور کہاں مُنھ چھپاؤں گا۔

جو شخص اِن طریقوں کو استعمال کرے گا انشاء اللہ اُس کو ضرور
تقویٰ نصیب ہو جائے گا
اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب کرے

ساتواں سبق

معاملات میں سچائی وایمانداری

اور

اکلِ حلال وحقوق العباد کی اہمیت

معاملات میں سچائی اور ایمانداری کی تعلیم بھی اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔

قرآن شریف سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی مسلمان وہی ہے جو اپنے معاملات میں اور کاروبار میں سچا اور ایماندار ہو، عہد کا پکا اور وعدہ کا سچا ہو، یعنی دھوکہ، فریب اور امانت میں خیانت نہ کرتا ہو، کسی کا حق نہ مارتا ہو، ناپ تول میں کمی نہ کرتا ہو ـــــ جھوٹے مقدمے نہ لڑتا ہو، اور نہ جھوٹی گواہی دیتا ہو، سُود اور رشوت جیسی تمام حرام کمائیوں سے بچتا ہو ـــــ اور جس میں یہ بُرائیاں موجود ہوں قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خالص مومن اور اصلی مسلمان نہیں ہے بلکہ ایک طرح کا منافق ہے اور سخت درجہ کا فاسق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام بُری باتوں سے بچائے ـــــ اِس بارے میں قرآن وحدیث میں جو سخت تاکیدیں

آئی ہیں اُن میں سے چند ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں ـــــ قرآن شریف کی مختصر سی آیت ہے :ـــــ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۝ (بقرہ ع ۲۳)	اے ایمان والو! تم کسی غلط اور ناجائز طریقے سے دوسروں کا مال نہ کھاؤ۔

اِس آیت نے کمائی کے اُن تمام طریقوں کو مسلمانوں کے لئے حرام کر دیا ہے جو غلط اور باطل ہیں۔ جیسے دھوکہ فریب کی تجارت، امانت میں خیانت، جُوا، سٹہ اور سود، رشوت وغیرہ۔ پھر دوسری آیتوں میں الگ الگ تفصیل بھی کی گئی ہے، مثلاً جو دُکاندار اور سوداگر ناپ تول میں دھوکہ بازی اور بے ایمانی کرتے ہیں اُنکے متعلق خصوصیت سے ارشاد ہے :ـــــ

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۝ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوثُونَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝	اُن کم دینے والوں کے لئے بڑی تباہی (اور بڑا عذاب ہے) جو دوسرے لوگوں سے جب ناپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب دوسروں کیلئے ناپتے یا تولتے ہیں تو کم دیتے ہیں کیا اُن کو یہ خیال نہیں ہے کہ وہ ایک بہت بڑے دن اٹھائے جائیں گے جس دن کہ سارے لوگ جزا و سزا کے لئے رب العالمین کے حضور میں حاضر ہوں گے۔
(سورۃ تطفیف)	

دوسروں کے حق اور دوسروں کی امانتیں ادا کرنے کیلئے خاص طور سے حکم ملا ہے:-

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا	اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ جن لوگوں کی جو

الْاَمَانَاتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ — امانتیں (اور حق) تم پر ہوں وہ اُن کو

(سُورۃ النساء - ع ۸) — ٹھیک ٹھیک ادا کرو۔

اور قرآن شریف ہی میں دو[1] جگہ اصلی مسلمانوں کی یہ صفت اور پہچان بتلائی گئی ہے :۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ — وہ جو امانتوں کے ادا کرنے والے اور وعدوں کا پاس رکھنے والے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اکثر خطبوں اور وعظوں میں فرمایا کرتے تھے کہ :۔

" یاد رکھو، جس میں امانت کا وصف نہیں، اس میں ایمان بھی نہیں اور جس کو اپنے عہد اور وعدے کا پاس نہیں، اس کا دین میں کچھ حصہ نہیں"

ایک اور حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

" منافق کی تین نشانیاں ہیں :۔ جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا، اور وعدہ پورا نہ کرنا "

تجارت اور سوداگری میں دھوکہ فریب کرنے والوں کے متعلق آپ نے فرمایا :۔

" جو دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں، اور مکر و فریب دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے "

---

[1] ایک " سورۂ مومنون " میں، اور دوسرے " سورۂ معارج " میں۔ ۱۲

یہ بات حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمائی جب کہ ایک دفعہ مدینے کے بازار میں آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ بیچنے کے لئے اس نے غلے کا ڈھیر لگا رکھا ہے لیکن اوپر سوکھا غلہ ڈال رکھا ہے اور اندر کچھ تر کیا ہے اس پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ :———

"ایسے دھوکہ باز ہماری جماعت سے خارج ہیں"

پس جو دُوکاندار گاہکوں کو مال کا اچھا نمونہ دکھائیں اور جو عیب ہو اس کو ظاہر نہ کریں تو حضور کی اس حدیث کے مطابق وہ سچے مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔ اور خدا نہ کرے وہ دوزخ میں جلنے والے ہیں ——— ایک اور حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :———

"جو کوئی ایسی چیز کسی کے ہاتھ بیچے جس میں کوئی عیب اور خرابی ہو، اور گاہک پر وہ اس کو ظاہر نہ کرے، تو ایسا آدمی ہمیشہ اللہ کے غضب میں گرفتار رہے گا (اور ایک روایت میں ہے) کہ ہمیشہ اُس پر اللہ کے فرشتے لعنت کرتے رہیں گے"

بہر حال اسلامی تعلیم کی رو سے تجارت اور کاروبار میں ہر قسم کی دغابازی اور جعلسازی حرام اور لعنتی کام ہے، اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں سے اپنی بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے اور ان کو اپنی جماعت سے خارج بتلایا ہے۔

اسی طرح سُود اور رشوت کا لین دین بھی (اگرچہ دونوں طرف کی رضامندی سے ہو) قطعاً حرام ہے، اور ان کے لینے دینے والوں پر حدیثوں میں صاف صاف

لعنت آئی ہے۔ سُود کے متعلق تو مشہور حدیث ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:——

"اللہ کی لعنت ہو سُود کے لینے والے پر اور دینے والے پر اور سُودی دستاویز لکھنے والے پر اور اُس کے گواہوں پر۔"

اور اسی طرح رشوت کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ:——

"رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی رشوت کے لینے والے پر اور دینے والے پر۔"

ایک حدیث میں یہاں تک ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:——

"جس شخص نے کسی آدمی کے لئے کسی معاملے میں (جائز) سفارش کی، پھر اُس آدمی نے اِس سفارش کرنیوالے کو کوئی تحفہ دیا اور اُس نے یہ تحفہ قبول کرلیا تو یہ بھی اُس نے بڑا گناہ کیا (گویا یہ بھی ایک طرح کی رشوت اور ایک قسم کا سُود ہوا)

بہرحال رشوت اور سُود کا لین دین اور تجارت میں دھوکہ بازی اور بے ایمانی، اسلام میں یہ سب یکساں طور پر حرام ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر حرام یہ ہے کہ جھوٹی مقدمہ بازی کے ذریعہ یا محض زبردستی سے کسی دوسرے کی کسی چیز پر ناجائز قبضہ کرلیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:——

"جس شخص نے کسی کی زمین کے کچھ بھی حصے پر ناجائز قبضہ کیا تو قیامت کے دن (اُس کو یہ عذاب دیا جائے گا کہ) زمین کے اُس ٹکڑے کے ساتھ وہ زمین میں دھنسایا جائے گا یہاں تک کہ سب سے نیچے کے طبقے تک دھنستا چلا جائے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

جس شخص نے (حاکم کے سامنے) جھوٹی قسم کھاکر کسی مسلمان کی کسی چیز کو ناجائز طریقے سے حاصل کر لیا تو اللہ نے اُس کے لئے دوزخ کی آگ واجب کر دی ہے، اور جنت اس کے لئے حرام کر دی ہے۔ یہ سُنکر کسی شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! ۔ اگرچہ وہ کوئی معمولی ہی چیز ہو؟ ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ :- ہاں! اگرچہ وہ پیلو کے جنگلی درخت کی ایک ٹہنی ہی کیوں نہ ہو۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مقدمہ باز کو آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :-

"دیکھو! جو شخص جھوٹی قسم کھاکر کسی دوسرے کا کوئی بھی مال ناجائز طریقے سے حاصل کرے گا وہ قیامت میں اللہ کے سامنے کوڑھی ہو کر پیش ہوگا۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"جس کسی نے کسی ایسی چیز پر دعویٰ کیا جو واقعہ میں اُس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اسے چاہئے کہ دوزخ میں اپنی جگہ بنالے۔"

اور جھوٹی گواہی کے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ :-

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن صبح کی نماز سے فارغ ہو کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے ایک خاص انداز میں تین دفعہ فرمایا کہ جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے۔"

حرام مال کی نجاست اور نحوست :

مال حاصل کرنے کے جن ناجائز اور حرام ذریعوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اُنکے ذریعے جو مال بھی حاصل ہوگا وہ حرام اور ناپاک ہوگا، اور جو شخص اُس کو اپنے کھانے پہننے میں استعمال کرے گا رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اُس کی نمازیں قبول نہ ہوں گی، دعائیں قبول نہ ہوں گی، حتیٰ کہ اگر وہ اُس سے کوئی نیک کام کرے گا تو وہ بھی اللہ کے یہاں قبول نہ ہوگا، اور آخرت میں اللہ کی خاص رحمتوں سے وہ محروم رہے گا —— ایک حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :——

"جو شخص (کسی ناجائز طریقے سے) کوئی حرام مال حاصل کرے گا اور اُس سے صدقہ کرے گا تو اُس کا یہ صدقہ قبول نہ ہوگا، اور اُس میں سے جو کچھ (اپنی ضرورتوں اور مصلحتوں میں) خرچ کریگا اُس میں برکت نہ ہوگی، اور اگر اُس کو ترکہ میں چھوڑ کر مرے گا تو وہ اُس کے لئے جہنم کا توشہ ہوگا۔ یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا (یعنی حرام مال کا صدقہ گناہوں کی بخشش کا ذریعہ نہیں بن سکتا) بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ کوئی ناپاکی دوسری ناپاکی کو ختم کر کے اُس کو پاک نہیں کر سکتی :"

ایک دوسری حدیث میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

"اللہ تعالیٰ خود پاک ہے، اور وہ پاک اور حلال مال ہی کو قبول کرتا ہے —— پھر آخرِ حدیث میں آپ نے ایک ایسے شخص کا

ذکر فرمایا ــــــ جو دُور دراز کا سفر کرکے (کسی خاص متبرک مقام پر دُعا کرنے کے لئے) اس حال میں آئے کہ اُس کے بال پراگندہ ہوں اور سر سے پاؤں تک وہ غبار میں اَٹا ہوا ہو، اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کے وہ خوب الحاح کے ساتھ دعا کرے اور کہے :- اے میرے رب! اے میرے پروردگار! لیکن اُس کا کھانا پینا مالِ حرام سے ہو، اور اُس کا لباس بھی حرام کا ہو اور حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہو تو اِس حالت میں اُس کی یہ دُعا کیونکر قبول ہوگی؟

مطلب یہ ہے کہ جب کھانا پہننا سب حرام مال سے ہو تو دُعا کی قبولیت کا کوئی استحقاق نہیں رہتا ــــــ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :ــــــ

"اگر کوئی شخص ایک کپڑا دَس درہم میں خریدے، اور اُن دَس میں سے ایک درہم حرام ذریعے سے آیا ہوا ہو تو جب تک وہ کپڑا جسم پر رہے گا اُس شخص کی کوئی نماز بھی اللہ کے ہاں قبول نہ ہوگی۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :ــــــ

"جو جسم حرام مال سے پلا ہو، وہ جنت میں نہ جا سکے گا۔"

بھائیو! اگر ہمارے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے سُننے کے بعد ہم کو قطعی طور سے طے کر لینا چاہیئے کہ

خواہ ہمیں دُنیا میں کیسی ہی تنگدستی اور تکلیف سے گزارا کرنا پڑے ہم کسی ناجائز اور حرام ذریعہ سے کبھی کوئی پیسہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے. اور بس حلال آمدنی ہی پر قناعت کریں گے۔

پاکُ کمائی اور ایماندارانہ کاروبار

پھر اسلام میں جس طرح کمائی کے ناجائز طریقوں کو حرام اور اُن سے حاصل ہونے والے مال کو خبیث اور ناپاک قرار دیا گیا ہے اسی طرح حلال طریقوں سے روزی حاصل کرنے اور ایمانداری کے ساتھ تجارت اور کاروبار کرنے کی بڑی فضیلت بتائی گئی ہے ——— ایک حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ———

"حلال کمائی کی تلاش بھی دین کے مقررہ فرائض کے بعد ایک فریضہ ہی ہے"

ایک دوسری حدیث میں اپنی محنت سے روزی کمانے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ: ———

"کسی نے اپنی روزی اس سے بہتر طریقے سے حاصل نہیں کی کہ خود اپنے دست و بازو سے اُس کے لئے اُس نے کام کیا ہو، اور اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا طریقہ یہی تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کر کے اپنی روزی حاصل کرتے تھے"

ایک اور حدیث میں ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ———

"سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر (قیامت میں) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا"

معاملات میں نرمی اور رحم دلی :۔

مالی معاملات اور کاروبار میں جس طرح سچائی اور ایمانداری پر اسلام میں بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کو اعلیٰ درجہ کی نیکی اور ذریعۂ قربِ خداوندی قرار دیا گیا ہے، اسی طرح اس کی بھی بڑی ترغیب دی گئی ہے اور بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ معاملہ اور لین دین میں نرمی کا رویہ اختیار کیا جائے، اور سخت گیری سے کام نہ لیا جائے ۔۔۔۔۔۔ ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔۔۔۔۔

"اللہ کی رحمت ہو اُس بندے پر جو خرید و فروخت میں، اور دوسروں سے اپنا حق وصول کرنے میں نرم ہو"

ایک دوسری حدیث میں ہے، آپ نے ارشاد فرمایا :۔۔۔

"جو آدمی اللہ کے کسی غریب اور تنگدست بندے کو (قرض کی ادائیگی میں) مہلت دیدے، یا (کلی یا جزئی طور پر اپنا مطالبہ) معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی پریشانیوں سے نجات عطا فرمادے گا ۔۔۔۔۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ :۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا"

حضورؐ کے اِن ارشادات کا تعلق تو تاجروں اور اُن دولت مندوں سے ہے

جن سے تنگ حال لوگ اپنی ضرورتوں کے لئے قرض لے لیتے ہیں، لیکن جو لوگ کسی سے قرض لیں، خود اُن کو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسکی انتہائی تاکید فرماتے تھے کہ جہاں تک ہوسکے وہ جلد سے جلد قرض اَدا کرنے کی کوشش کریں اور ایسا نہ ہو کہ قرض نادا ہونے کی حالت میں دنیا سے چلے جائیں، اور اللہ کے کسی بندے کا حق اُن کے ذمہ باقی رہ جائے اِس بارے میں آپ جتنی سختی فرماتے تھے اس کا اندازہ حضورؐ کے اِن ارشادات سے ہوسکتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے، آپؐ نے فرمایا کہ:۔

اگر آدمی راہِ خدا میں شہید ہوجائے تو شہادت کے طفیل اس کے سارے گناہ بخشدیئے جائیں گے، لیکن اگر کسی کا قرض اس کے ذمہ ہے تو اس سے اسکی گردن شہید ہوکے بھی نہ چھوٹے گی۔"

ایک اور حدیث میں ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"اُس پروردگار کی قسم! جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے اگر کوئی شخص راہِ خدا میں شہید ہو، پھر زندہ ہو اور پھر شہید ہو اور پھر زندہ ہو اور پھر شہید ہو، اور پھر اُس کے ذمے کسی کا قرض باقی ہو، تو (اُس قرض کے فیصلے کے بغیر) وہ بھی جنت میں نہیں جاسکے گا۔"

مالی معاملات اور حقوق العباد کی نزاکت کا اندازہ کرنے کیلئے بس یہی دو حدیثیں کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ ہم بھی ان کی اہمیت اور نزاکت کو سمجھیں اور ہمیشہ اسکی کوشش کرتے رہیں کہ کسی بندے کا کوئی حق ہماری گردن پر نہ رہ جائے،

آٹھواں سبق

معاشرت کے احکام و آداب

اور

باہمی حقوق

معاشرت کے آداب اور حقوق کی تعلیم بھی اسلام کی خاص اور اہم تعلیمات میں سے ہے، اور ایک مسلمان سچا اور پکا مسلمان جب ہی ہو سکتا ہے جب کہ وہ اسلام کے معاشرتی احکام پر بھی پوری طرح عمل کرے ـــــــ

معاشرتی احکام سے ہماری مراد باہمی برتاؤ کے وہ طور طریقے ہیں جو اسلام نے سکھائے ہیں۔ مثلاً یہ کہ اولاد کا رویہ ماں باپ کے ساتھ کیسا ہو، اور ماں باپ کا برتاؤ اولاد کے ساتھ کس طرح کا ہو، ایک بھائی دوسرے بھائی کے ساتھ کس طرح پیش آئے، بہنوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا جائے، میاں بیوی باہم کس طرح زندگی گزاریں، چھوٹے اپنے بڑوں کے سامنے کس طرح رہیں، اور بڑے چھوٹوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کریں، پڑوسیوں کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہو، امیر لوگ غریبوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کریں اور غریب امیروں کے ساتھ کیسا رویہ رکھیں، آقا کا تعلق ملازم کے ساتھ اور ملازم کا برتاؤ آقا کے ساتھ کیسا ہو؟ الغرض اس دنیوی زندگی میں مختلف طبقوں کے جن چھوٹے بڑے لوگوں سے

ہمارا واسطہ پڑتا ہے اُن کے ساتھ برتاؤ اور رہن سہن کے بارے میں اسلام نے ہم کو جو نہایت مکمل اور روشن ہدایتیں دی ہیں، وہی "معاشرت کے احکام و آداب" ہیں، اور اس سبق میں ہم انھیں کا کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

ماں باپ کے حقوق، اور اُن کا ادب:

اِس دنیا میں انسان کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا تعلق ماں باپ سے ہے، اسلام نے اللہ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق ماں باپ ہی کا بتلایا ہے۔

قرآن شریف میں ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا	اور تیرے رب نے حتمی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا
اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ	تم کسی کی عبادت اور بندگی نہ کرو، اور
اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ	ماں باپ کے ساتھ اچھائی کرو، اگر ان میں سے
اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا	ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو
فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا	پہونچ جائیں تو اُن کو اُف تک بھی نہ کہو، اور
تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا	اُن سے خفگی کی بات نہ کرو، اور اُن سے
قَوْلًا كَرِيْمًا ؕ وَاخْفِضْ	ادب تمیز سے بولو، اور خاکساری و نیازمندی
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ	کے ساتھ اُن کی اطاعت کرو، اور اُن کے
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ	حق میں خدا سے اِس طرح دعا بھی کرتے رہو کہ
رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا	اے پروردگار! تو ان پر رحمت فرما جس طرح

رَبَّيَانِىۡ صَغِيۡرًاؕ — انھوں نے بچپن میں مجھے شفقت سے پالا پرورش کیا۔

(بنی اسرائیل ۔ ع ۔ ۳)

قرآن شریف ہی کی ایک دوسری آیت میں ماں باپ کا حق بیان کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ :—

"اگر بالفرض کسی کے ماں باپ کافر و مشرک ہوں، اور وہ اولاد کو بھی کفر و شرک کے لئے مجبور کریں، تو اولاد کو چاہیئے کہ اُن کے کہنے سے کفر و شرک تو نہ کرے لیکن دنیا میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک اور اُن کی خدمت پھر بھی کرتی رہے۔"

آیت کے الفاظ یہ ہیں :—

"وَاِنۡ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنۡ تُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَـيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا وَصَاحِبۡهُمَا فِى الدُّنۡيَا مَعۡرُوۡفًا‌ؕ"—— (سورۂ لقمان ۔ ۲۴)

قرآن شریف کے علاوہ حدیثوں میں بھی ماں باپ کی خدمت واطاعت کی بڑی تاکید فرمائی گئی ہے، اور ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی کو سخت گناہ بتلایا گیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے :—

"ماں باپ کی رضامندی میں اللہ کی رضامندی ہے، اور ماں باپ کی ناراضی میں اللہ کی ناراضی ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے :—

"ایک شخص نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ :۔ اولاد پر ماں باپ کے

کیا حقوق ہیں؟" آپ نے فرمایا:- "اولاد کی جنت اور دوزخ ماں باپ ہیں" (یعنی ان کی خدمت سے جنت مل سکتی ہے، اور ان کی نافرمانی اور بدسلوکی دوزخ میں لیجانے والی ہے)"

ایک اور حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا کہ:————

"ماں باپ کی خدمت اور اطاعت کرنے والا لڑکا یا لڑکی جتنی دفعہ بھی محبت اور عظمت کی نگاہ سے ماں یا باپ کی طرف نظر کرے، تو اللہ تعالیٰ ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں ایک مقبول حج کا ثواب اس کیلئے لکھ دیتے ہیں" — لوگوں نے حضورؐ سے سوال کیا کہ۔ حضرتؐ! اگر وہ روزانہ سَو دفعہ دیکھے جب بھی ہر دفعہ کے دیکھنے کے بدلے میں اس کو ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا؟۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں! اللہ بہت بڑا ہے اور بہت پاک ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ اس کے یہاں کوئی کمی نہیں، وہ جس عمل پر جتنا ثواب دینا چاہے دے سکتا ہے)"

ایک حدیث میں ہے:————

"جنّت ماں باپ کے پاؤں کے نیچے ہے"

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو سب سے بڑے گناہ یہ بتلائے:————

"اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

"تین قسم کے آدمی ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا، اُن میں سے ایک قسم وہ لوگ ہیں جو ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں"۔

اولاد کے حقوق :۔

اسلام نے جس طرح اولاد پر ماں باپ کے حقوق مقرر کئے ہیں اسی طرح سے ماں باپ پر بھی اولاد کے کچھ حق رکھے ہیں۔ جہاں تک اُن کو کھلانے پلانے اور پہنانے کے حق کا تعلق ہے اُس کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ اولاد کے اس حق کا احساس ہمیں فطری اور طبعی طور پر بھی ہے۔ ہاں اولاد کے جس حق کی ادائگی میں ہم سے عموماً کوتاہی ہوتی ہے وہ اُن کی دینی اور اخلاقی تربیت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے ہم پر فرض کیا ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل و عیال کی تربیت اور نگرانی اِس طرح کریں کہ مرنے کے بعد وہ جہنم میں نہ جائیں۔

قرآن شریف میں ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ؕ ۔ (تحریم۔ع ۲) — اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنی آل اولاد کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اولاد کی اچھی تربیت کی فضیلت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس طرح بیان فرمائی ہے :۔

باپ کی طرف سے اولاد کے لئے اِس سے بہتر کوئی عطیہ نہیں کہ وہ اُن کی اچھی تربیت کرے"۔

بعض لوگوں کو اپنی اولاد میں لڑکوں سے زیادہ محبت اور دلچسپی ہوتی ہے اور بیچاری لڑکیوں کو وہ بوجھ سمجھتے ہیں اور اِس واسطے اُن کی خبر گیری اور تربیت میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اِس لئے اسلام میں لڑکیوں کی اچھی تربیت کی خصوصیت سے تاکید کی گئی ہے، اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے ——— ایک حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا کہ :———

"جس شخص کے بیٹیاں یا بہنیں ہوں، اور وہ اُن کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرے، اور ان کو اچھی تربیت دے، اور (مناسب جگہ) اُن کی شادی کرے، تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت دے گا۔"

میاں بیوی کے حقوق :———

انسانوں کے باہمی تعلقات میں میاں بیوی کا تعلق بھی ایک اہم تعلق ہے، اور ان دونوں کا گویا چولی دامن کا ساتھ ہے، اس لئے اسلام نے اس کے متعلق بھی نہایت صاف صاف اور تاکیدی ہدایتیں فرمائی ہیں۔ اِس بارے میں اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کو چاہئیے کہ اپنے شوہر کی پوری خیر خواہی اور فرمانبرداری کرے اور اس کی امانت میں کسی طرح کی خیانت نہ کرے ———

قرآن شریف میں ارشاد ہے :———

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ ؕ	پس نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں، اور شوہر کی غیر موجودگی میں اس کی امانت کی حفاظت کرتی ہیں۔
(النساء - ع ۶)	

اور شوہروں کو اسلام کا حکم ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ پوری محبت کریں، اور اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق اچھا کھلائیں اچھا پہنائیں اور اُن کی دلداری میں کمی نہ کریں ——— ارشاد ہے :———

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ بیوں کے ساتھ اچھا سلوک رکھو

(النساء ۔ ۳۶)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِس قرآنی تعلیم کے مطابق مسلمان مردوں اور عورتوں کو باہم حُسنِ سلوک کی اور ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی بڑی سخت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اِس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے عورتوں کو ہدایت کرتے ہوئے فرمایا:———

"جو شخص اپنی بیوی کو اپنے پاس بُلائے اور وہ نہ آئے، اور وہ رات کو اُس سے ناراض رہے تو فرشتے صبح تک اُس پر لعنت کرتے ہیں۔"

اور اس کے برعکس ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا:———

"جو عورت اِس حال میں مَرے کہ اُس کا شوہر اُس سے راضی ہو تو وہ جنّت میں جائے گی۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا:———

"قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے کوئی عورت اللہ کا حق اُس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کر دے۔"

اور ایک اہم موقع پر مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع میں خاص مردوں کو خطاب کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"میں تم کو عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی خاص طور سے وصیت کرتا ہوں، تم میری اِس وصیت کو یاد رکھنا، دیکھو وہ تمہاری ماتحت ہیں اور تمہارے بس میں ہیں"

ایک اور حدیث میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔

"تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہیں"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"مسلمانوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں، اور اپنی گھروالیوں کے ساتھ جن کا برتاؤ لُطف ومحبت کا ہو"

عام قرابت داروں کے حقوق:۔

ماں باپ، اولاد اور میاں بیوی کے تعلقات کے علاوہ آدمی کا ایک خاص تعلق اپنے عام قرابت داروں سے بھی ہوتا ہے۔ اسلام نے اس تعلق اور رشتے کا بھی بہت لحاظ کیا ہے، اور اس کے اعتبار سے بھی کچھ باہمی حقوق مقرر کئے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں جابجا "ذوِی القربیٰ" کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اور اسلام میں اُس شخص کو بہت بڑا مجرم اور بڑا پاپی بتلایا گیا ہے جو رشتے داری اور قرابت کے حقوق کو پامال کرے۔ ایک حدیث میں ہے حضورؐ نے فرمایا:۔

"قرابت کے حق کو پامال کرنے والا اور اپنے برتاؤ میں رشتوں ناطوں کا لحاظ نہ رکھنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔"

پھر اس سلسلہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص تعلیم اور تاکید یہ ہے کہ اگر بالفرض تمہارا کوئی قرابت دار تمہارا حق قرابت اُدا نہ کرے، تو اُس کی قرابت کا حق تم اُس صورت میں بھی ادا کرتے رہو۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا کہ:۔

"تمہارا جو عزیز قریب تم سے بے تعلقی اور بے مروّتی برتے، اور اور قرابت کا حق اُدا نہ کرے، تو تم اُس سے بے تعلقی مت برتو، اپنی طرف سے تم اُس کی قرابت کا حق اُدا کرتے رہو۔"

(صِلْ مَنْ قَطَعَكَ ۔الخ)

بڑوں کے چھوٹوں پر اور چھوٹوں کے بڑوں پر عام حقوق:۔

اسلام نے معاشرت کے سلسلہ میں ایک عمومی اور اصولی تعلیم یہ بھی دی ہے کہ ہر چھوٹا اپنے بڑوں کی تعظیم و تکریم کرے اور اُن کے سامنے ادب لحاظ سے رہے، اور ہر بڑے کو چاہیئے کہ اپنے چھوٹوں سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کرے (اگرچہ اُن میں باہم کوئی رشتہ داری نہ ہو) اسلام کی نظر میں یہ چیز اتنی اہم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اعلان فرمایا ہے کہ:۔

"... بڑا اپنے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے، اور جو چھوٹا اپنے بڑوں کا ادب ... ے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا: ــــــــ

"جو جوان کسی بوڑھے بزرگ کی بڑی عمر کی وجہ سے اُس کی عزت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے بھی ایسے لوگ مقرر کر دے گا جو اُس کے بڑھاپے کے وقت، اُس کی عزّت کریں گے۔"

پڑوسی کے حقوق: ــــــــ

انسان کا اپنے رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اسلام نے اس تعلق کو بھی بہت اہمیت دی ہے، اور اس کے لئے مستقل اور مفصّل ہدایتیں دی ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں ماں باپ، میاں بیوی، اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک اور اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے، وہاں پڑوسیوں کے بارے میں بھی اس کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے: ــــــــ

"وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ۔"

اس آیت میں تین قسم کے پڑوسیوں کا ذکر ہے، اور ان میں سے ہر قسم کے پڑوسی کے ساتھ اچھے سلوک کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

"وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی" سے مُراد وہ پڑوسی ہیں جن سے پڑوس کے علاوہ کوئی خاص قرابت بھی ہو ــــــــ اور "وَالْجَارِ الْجُنُبِ" سے مُراد وہ پڑوسی ہیں جن کے ساتھ کوئی اور تعلق رشتہ داری وغیرہ کا نہ ہو صرف پڑوس ہی کا تعلق ہو، جس میں غیر مسلم پڑوسی بھی داخل ہیں ــــــــ اور "وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" سے مُراد وہ لوگ ہیں جن کا کہیں اتفاقی ساتھ ہو گیا ہو، جیسے سفر کے ساتھی یا مدرسے کے ساتھی

یا ساتھ رہ کر کام کاج کرنے والے، اس میں بھی مسلم غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں ہے، اور اِن تینوں قسم کے پڑوسیوں اور ساتھیوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا اسلام نے ہم کو حکم دیا ہے۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کی اِس قدر سخت تاکید فرماتے تھے کہ

ایک حدیث میں ہے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ——

"جو شخص خدا اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کو کوئی ایذا اور تکلیف نہ دے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ——

"وہ مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کھائے، اور پہلو میں رہنے والا اُس کا پڑوسی بھوکا رہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بڑے جلال کیساتھ ارشاد فرمایا: ——

"خدا کی قسم وہ اصلی مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ پورا مومن نہیں، واللہ وہ پورا مومن نہیں۔" عرض کیا گیا: "حضورؐ! کون پورا مومن نہیں؟" ارشاد فرمایا: "وہ مومن نہیں جس کا پڑوسی اُس کی شرارتوں سے امن میں نہیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا: ——

"وہ آدمی جنت میں نہیں جائے گا جس کی شرارتوں سے اُس کے پڑوسی امن میں نہیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ:۔۔۔۔

"کسی صحابیؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ: حضورؐ! فلاں عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بڑی نمازیں پڑھتی ہے، بہت روزے رکھتی ہے اور خوب خیرات کرتی ہے، لیکن اپنی زبان کی تیزی سے پڑوس والوں کو تکلیف بھی پہونچاتی رہتی ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا: "وہ دوزخ میں جائے گی" پھر اُن ہی صحابیؓ نے عرض کیا:۔ یا رسول اللہؐ! اور فلانی عورت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ نماز، روزہ اور خیرات تو بہت نہیں کرتی (یعنی نفل نمازیں نفل روزے، اور نفلی صدقے بمقابلہ پہلی عورت کے کم کرتی ہے) لیکن پڑوس والوں کو اپنی زبان سے کبھی تکلیف نہیں پہونچاتی؟ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ: "وہ جنت میں جائے گی"

بھائیو! یہ ہیں اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق۔ افسوس! آج ہم ان احکام سے کتنے غافل ہیں۔

کمزوروں اور حاجت مندوں کے حقوق:۔۔۔۔

یہاں تک جن طبقوں کے حقوق کا بیان کیا گیا، یہ سب وہ تھے جن سے آدمی کا کوئی خاص تعلق اور واسطہ ہوتا ہے۔ خواہ قرابت ہو یا پڑوس، یا سنگ ساتھ لیکن اسلام نے ان کے علاوہ تمام کمزور طبقوں اور ہر طرح کے حاجت مندوں کا بھی حق مقرر کیا ہے، اور جو لوگ کچھ مقدرت اور حیثیت رکھتے ہیں اُن پر لازم کیا ہے کہ

وہ ان کی خبر گیری اور خدمت کیا کریں، اور اپنی دولت اور اپنی صلاحیتوں میں انکا بھی حق اور حصہ سمجھیں۔ قرآن شریف میں بیسیوں جگہ اسکی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی ہے کہ یتیموں، مسکینوں، مفلسوں، مسافروں اور دوسرے حاجت مندوں کی خدمت اور مدد کیجائے، بھوکوں کے کھانے کا اور ننگوں کے کپڑوں کا انتظام کیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بڑی تاکید و ترغیب دی ہے اور اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں ——

ایک حدیث میں ہے کہ حضور نے اپنی دو انگلیاں برابر کر کے فرمایا: ——

"کسی یتیم بچے کی کفالت کرنے والا شخص جنت میں مجھ سے اتنا قریب ہوگا جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں"

ایک دوسری حدیث میں ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ——

"بیوہ عورتوں اور غریبوں محتاجوں کی خبر گیری اور مدد کیلئے دوڑ دھوپ کرنے والا آدمی راہِ خدا میں جہاد کرنیوالے کے درجے پر ہے، اور ثواب میں اُس شخص کے برابر ہے جو ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات نمازوں میں گزارتا ہو"

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور نے مسلمانوں کو حکم دیا: ——

"بھوکوں کو اُن کے کھانے کا انتظام کرو، بیماروں کی خبر لو، قیدیوں کو چھڑاؤ"

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو چند ہدایتیں فرمائیں، اور اسی ضمن میں فرمایا: ——

"مصیبت زدوں کی مدد کرو، اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاؤ۔"

ان حدیثوں میں آپؐ نے مسلم وغیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی، بلکہ بعض حدیثوں میں تو آپؐ نے جانوروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کی سخت تاکید فرمائی ہے، اور بے زبان جانوروں پر ترس کھانے والے اور ان کی خبر گیری کرنے والے لوگوں کو اللہ کی رحمت کی خوش خبری سُنائی ہے۔

فی الحقیقت اسلام سارے عالم اور ساری مخلوق کے لئے رحمت ہے، اور ہمارے آقا اور ہادی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالمین ہیں، لیکن ہم خود آپ کے احکام اور پیغام سے دُور ہو گئے۔ کاش! ہم بھی سچے مسلمان بن کر ساری دنیا کے لئے رحمت بن جائیں۔

مُسلمان پر مُسلمان کا حق :—

قرابت اور پڑوس اور عام انسانی حقوق کے علاوہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے کچھ اسلامی حقوق ہیں، اس بارے میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں یہ ہیں —— حضورؐ نے فرمایا :——

"ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اس پر لازم ہے کہ نہ اس پر خود کوئی ظلم و زیادتی کرے، اور (اگر کوئی دوسرا اُس پر ظلم کرے، تو یہ) اس کو اکیلا چھوڑ کر الگ نہ ہو جائے (بلکہ ممکن ہو تو اُس کی مدد کرے اور اُس کا ساتھ دے) تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت پورا کرنے میں لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت

میں لگا رہے گا، اور جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کی تکلیف کو دُور کریگا، تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں قیامت کی سختی تکلیف سے اُس کو نجات دے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم باہم بغض و عداوت نہ رکھو، حسد نہ کرو، غیبتیں نہ کرو، اور ایک اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ سلام و کلام کرے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا:

"مسلمان کا مال، اُس کی جان اور اُس کی آبرو مسلمان پر بالکل حرام ہے۔"

اب ہم آدابِ معاشرت اور حقوقِ باہمی کے اِس سلسلہ کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں جو ہر مسلمان کو لرزا دینے والی ہے

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہؓ سے پوچھا:

"و بتاؤ مفلس اور نادار کون ہے؟" صحابہؓ نے عرض کیا:

"حضورؐ! مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔"

آپ نے فرمایا: "نہیں! ہم میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز اور روزہ اور صدقہ کا ذخیرہ لے کر آئے گا لیکن دنیا

میں اُس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان رکھا ہوگا،
کسی کو مارا پیٹا ہوگا، کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا، جب وہ
حساب کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا تو اُس کے مدعی لوگ آئیں گے
اور بقدر اُن کے حقوق کے اُس کی نیکیوں میں سے اُنکو دلوایا جائیگا
یہاں تک کہ اُس کی سب نیکیاں ختم ہو جائیں گی، تو پھر اُن کے
گناہ اُس پر لاد دیئے جائیں گے اور اُس کو جہنم میں ڈلوا دیا جائے گا؛

بھائیو! اِس حدیث پر غور کرو اور سوچو کہ دوسروں کی حق تلفی اور اُن کو بُرا بھلا کہنا، اور اُن کی غیبتیں کرنا اپنے آپ کو کس قدر ہلاکت میں ڈالنا ہے

خدا کے بندو! اگر کسی کی کوئی حق تلفی تم نے کی ہو، تو دُنیا ہی میں اُس کا حساب کرلو، یا اس کا بدلہ دے دو، یا معاف کرا لو، اور آئندہ کے لئے احتیاط کا عہد کرلو، ورنہ آخرت میں اس کا انجام بہت بُرا ہونے والا ہے۔۔۔۔

اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا

نواں ۹ سبق

اچھے اخلاق اور عمدہ صفات

اچھے اخلاق و اوصاف کی تعلیم بھی اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے، اور لوگوں کی اخلاقی اور رُوحانی اصلاح و درستی اُن خاص مقاصد میں سے ہے جن کے پورا کرنے کے لئے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بنا کر بھیجے گئے تھے. خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :—

"میں اللہ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تعلیم دوں، اور انھیں مرتبۂ کمال تک پہونچاؤں"۔

اچھے اخلاق کی فضیلت اور اہمیت :—

اسلام میں اچھے اخلاق کی جو اہمیت اور فضیلت ہے اس کا کچھ اندازہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مندرجۂ ذیل حدیثوں سے کیا جاسکتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :—

"تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق بہت اچھے ہیں"۔

ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :—

"قیامت کے دن میری نظر میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص

ہوگا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن اعمال کی ترازو میں سب سے زیادہ وزن اچھے اخلاق کا ہوگا۔"

ایک اور روایت میں ہے، حضورؐ سے پوچھا گیا کہ:۔" وہ کون سی صفت ہے، جو انسان کو جنت میں لے جاتی ہے؟" آپؐ نے فرمایا:۔

"اللہ کا خوف ـــــ اور ـــــ اچھے اخلاق"

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اچھے اخلاق والے مومن کو دنوں کے روزوں، اور راتوں کے قیام (یعنی نفل نمازوں) کا ثواب ملتا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جس اللہ کے بندے کو ایمان نصیب ہو، اور وہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے فرض ادا کرتا ہو اور زیادہ نفل روزے نہ رکھتا ہو اور نہ رات کو بہت زیادہ نفل نمازیں پڑھتا ہو، مگر اُسکے اخلاق اچھے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو عمدہ اخلاق کی وجہ سے ہی اُن لوگوں کے برابر ثواب دے گا جو صائم النہار قائم اللیل ہوں (یعنی دنوں کو روزے رکھنے والے اور راتوں کو نفل نمازیں پڑھنے والے ہوں)۔

بُرے اخلاق کی نحوست:۔

جس طرح حضورؐ نے اچھے اخلاق کی یہ فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، اسیطرح

بُرے اخلاق کی نحوست سے بھی آپؐ نے ہم کو خبردار کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا:———

"بُرے اخلاق والا آدمی جنّت میں نہ جا سکے گا۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:———

"کوئی گناہ اللہ کے نزدیک بُرے اخلاق سے بدتر نہیں۔"

چند اہم اور ضروری اخلاق کا بیان

یوں تو قرآن وحدیث میں تمام اچھے اخلاق اور عمدہ رُوحانی صفات کی تعلیم دی گئی ہے اور سب بُرے اخلاق اور بُری عادات سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے، لیکن یہاں ہم اسلام کی صرف ضروری اور بنیادی درجہ کی چند اخلاقی ہدایتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کے بغیر کوئی شخص سچا مومن اور مسلم نہیں ہو سکتا۔

سچّائی اور راست بازی:———

اسلام میں سچائی کی اتنی اہمیت ہے کہ ہر مسلمان کو ہمیشہ سچ بولنے کے علاوہ اس کی بھی تاکید فرمائی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ سچّوں کے ساتھ اور سچّوں کی صحبت میں رہے قرآن مجید میں ہے:.........

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ ———	اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور صرف سچّوں کے ساتھ رہو۔

حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر صحابہ کرامؓ

سے ارشاد فرمایا: ——————

"جو یہ چاہے کہ اللہ و رسُول سے اُس کو محبت ہو، یا اللہ و رسُول اُس سے محبت کریں، تو اُس کو لازم ہے کہ جب بات کرے تو ہمیشہ سچ بولے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، آپؐ نے فرمایا: ——————

"سچائی اختیار کرو، اگرچہ تمھیں اس میں اپنی بربادی اور موت نظر آئے، کیونکہ دراصل نجات اور زندگی سچائی ہی میں ہے۔ اور جھوٹ سے پرہیز کرو، اگرچہ بظاہر اس میں نجات اور کامیابی نظر آئے، کیونکہ جھوٹ کا انجام بربادی اور نامرادی ہے۔"

ایک روایت میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ: —

"اہلِ جنّت کی کیا علامت ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: ——————

"سچ بولنا"

اور اسکے بالمقابل ایک دوسری حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا: ——————

"جھوٹ بولنا منافق کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ——————

"کسی نے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ——————

"کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ — آپؐ نے فرمایا — —

"ہاں! ہو سکتا ہے" ـــــ پھر دریافت کیا گیا :ـــــ

"کیا مومن بخیل ہو سکتا ہے ؟" ـــــ آپؐ نے فرمایا :ـــــ

"ہاں! ہو سکتا ہے" ـــــ پھر سوال کیا گیا :ـــــ

"کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے ؟" ـــــ آپؐ نے ارشاد فرمایا :ـــــ

"نہیں!" ـــــ (یعنی جھوٹ کی عادت ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی)"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہمیشہ کیلئے ہم سچائی کو اختیار کریں جو نجات دلانے والی، جنّت میں پہونچانے والی اور اللہ ورسُول کا محب و محبوب بنانے والی ہے۔ اور جھوٹ سے مکمل پرہیز کریں جس کا انجام تباہی و بربادی اور خدا ورسُول کی لعنت اور نارضامندی ہے اور جو منافقوں کی نشانی ہے۔

عہد کی پابندی :ـــــ

یہ بھی دراصل سچائی ہی کی ایک خاص قسم ہے کہ جب کسی سے جو عہد کیا جائے اُس کو پورا کیا جائے۔ قرآن وحدیث میں خصوصیت سے اسکی ہدایت اور تاکید فرمائی گئی ہے ـــــ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :ـــــ

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل ـ ع ۴) ـــ اور اپنا عہد پورا کرو، یقیناً تم سے قیامت میں ہر عہد کی بابت پوچھا جائے گا۔

قرآن شریف ہی میں ایک دوسری جگہ نیکیوں اور نیکوں کے ذکر میں فرمایا گیا ہے :ـ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا ـــ اور اللہ کے نزدیک نیک وہ لوگ بھی

عَاهَدُوْا ۚ (بقرہ - ع ۲۲) ہیں جو اپنے عہد کو پورا کریں جب عہد کریں۔

حدیث میں ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خطبوں میں اکثر فرمایا کرتے تھے:-

"جو اپنے عہد کا پابند نہیں، اُس کا دین میں حصّہ نہیں"

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا:______

"عہد کا پورا نہ کرنا منافقوں کی خاص نشانیوں میں سے ہے"

گویا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق عہد شکنی اور وعدہ خلافی ایمان کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

اللہ تعالیٰ اِن بُری عادتوں سے ہم سب کو بچائے

امانت داری:______

امانت داری بھی دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص قسم ہے اسلام میں اس کی تاکید بھی خصوصیت سے فرمائی گئی ہے______

قرآن شریف میں ارشاد ہے:______

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا ۙ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو ٹھیک ٹھیک اُدا کرو۔

اور قرآن شریف ہی میں دؔو جگہ پر سچے ایمان والوں کی صفات کے بیان میں فرمایا گیا ہے:______

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ۙ اور وہ لوگ جو اماتوں کی اور اپنے عہد کی حفاظت کرتے ہیں (یعنی امانتیں اَدا کرتے

ہیں اور عہد کو پورا کرتے ہیں)۔ (سورۂ مومنون و سورۂ معارج)

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ اپنے اکثر خطبوں میں بر سرِ منبر فرمایا کرتے تھے :۔

"لوگو! جس میں امانت کی صفت نہیں، اُس میں گویا ایمان ہی نہیں"

ایک حدیث میں ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

"کسی کی نیکی کا اندازہ کرنے کے لئے صرف اُسکے نماز روزہ ہی کو نہ دیکھو (یعنی کسی کے صرف نماز روزہ ہی کو دیکھ کر اُسکے معتقد نہ ہو جاؤ) بلکہ یہ چیز دیکھو کہ جب بات کرے تو سچ بولے، اور جب کوئی امانت اُس کے سپرد کی جائے تو اسکو ٹھیک ٹھیک ادا کرے اور تکلیف اور مصیبت کے دنوں میں بھی پرہیزگاری پر قائم رہے"

عزیزو!

اگر ہم اللہ کے نزدیک سچے مومن اور اُس کی رحمتوں کے مستحق ہونا چاہتے ہیں، تو لازم ہے کہ ہر معاملے میں امانت داری اور ایمان داری اختیار کریں، اور عہد کی پابندی کو اپنی زندگی کا اصول بنائیں۔

یاد رکھو کہ ہم میں سے جس کسی میں یہ اوصاف نہیں، وہ اللہ و رسُول کے نزدیک سچا مومن اور پورا مسلمان نہیں۔

عدل وانصاف :

اسلام نے ہر معاملہ میں عدل وانصاف کی بھی بڑی سخت تاکید فرمائی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے :

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (سورۃ النحل ع ۱۳)	اللہ تعالیٰ عدل انصاف کرنے کا اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے ۔

پھر اسلام میں عدل وانصاف کی یہ تاکید صرف اپنوں ہی کے حق میں نہیں فرمائی گئی ہے، بلکہ غیروں کے حق میں بھی اور جان ومال اور دین وایمان کے دشمنوں کے حق میں بھی عدل وانصاف ہی کی تاکید فرمائی گئی ہے ۔ قرآن شریف کا کھلا ہوا ارشاد ہے :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ (سورۂ مائدہ ۔ ۲)	اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس گناہ پر آمادہ نہ کر دے کہ تم اُس کے ساتھ انصاف نہ کرو تم ہر حال میں ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو تقویٰ کی شان کے یہی زیادہ مناسب ہے ۔

اِس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی شخص سے یا کسی قوم سے اگر بالفرض ہماری دشمنی اور لڑائی ہو تب بھی ہم اُس کے ساتھ کوئی بے انصافی نہیں کر سکتے اور اگر کریں گے تو اللہ کے نزدیک سخت مجرم اور گنا ہگار رہوں گے ۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا :

"قیامت کے دن اللہ سے سب سے زیادہ قریب اور اللہ کو سب سے زیادہ پیارا امام عادل ہوگا (یعنی اللہ کے حکم کے مطابق انصاف

کے ساتھ حکومت کرنے والا حکمراں) اور اللہ سے سب سے زیادہ دُور اور سخت ترین عذاب میں گرفتار قیامت کے دن امام جائر ہوگا (یعنی ظلم اور بے انصافی سے حکومت کرنے والا حکمراں)"۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہؓ سے فرمایا:۔

"تم جانتے ہو کہ قیامت کے دن اللہ کے سایۂ رحمت میں کون لوگ سب سے پہلے آئیں گے؟" عرض کیا گیا کہ:۔ اللہ اور اُس کے رسُول ہی کو زیادہ معلوم ہے (لہٰذا حضورؐ ہی ہم کو بتلائیں کہ کون خوش نصیب بندے قیامت کے دن سب سے پہلے رحمت کے سایے میں لئے جائیں گے) آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔ "یہ وہ بندے ہوں گے جن کا حال یہ ہوگا کہ جب اُن کا حق اُن کو دیا جائے تو قبول کرلیں، اور جب کوئی اُن سے اپنا حق مانگے، تو وہ (بغیر لیت ولعل کے) اُس کا حق ادا کردیں، اور دوسرے لوگوں کے لئے بالکل اُسی طرح فیصلہ کریں جس طرح کہ خود اپنے لئے کریں (یعنی اپنے اور غیر کے معاملہ میں کوئی فرق نہ کریں)"۔

افسوس! ہم مسلمانوں نے اسلام کی ان پاکیزہ تعلیمات کو بالکل بھلادیا ہے اگر آج مسلمانوں میں یہ صفات پیدا ہوجائیں کہ وہ بات کے سچے، عہد کے پکے، امانت [illegible] کے ساتھ عدل وانصاف کرنے والے ہوجائیں تو دنیا کی عزتیں بھی اُن کے قدم چومیں اور جنت میں بھی اُن کو بہت بڑے درجے ملیں۔

رحم کھانا اور قصور وار کو معاف کرنا :

کسی کو مصیبت کی حالت میں اور دُکھ درد میں مبتلا دیکھ کر اُس پر رحم کھانا اور اُس کے ساتھ ہمدردی کرنا اور کسی خطاکار کی خطا معاف کرنا بھی اُن اخلاق میں سے ہے، جن کی اسلام میں بڑی اہمیت اور بڑی فضیلت ہے۔

ایک حدیث میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

تم اللہ کے بندوں پر رحم کھاؤ، تم پر رحمت کی جاوے گی، تم لوگوں کے قصور معاف کرو، تمہارے قصور معاف کئے جائیں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا :

" جو رحم نہیں کرتا، اُس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔"

ایک دوسری روایت میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" جو کوئی کسی کا قصور معاف نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کا قصور معاف نہیں کرے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" رحم کھانے والوں پر رحمٰن رحمت کرتا ہے، تم زمین والوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو، تم پر آسمان والا رحمت کرے گا۔"

اِس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام، دوست اور دشمن سب کے ساتھ بلکہ زمین میں بسنے والی سب مخلوق کے ساتھ رحمدلی کی تعلیم دیتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

"کسی شخص نے ایک پیاسے کتے کو جو پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا تھا اُس پر رحم کھاکر پانی پلادیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُسکے اس فعل کے بدلہ میں اُس کو جنت عطا فرمادی تھی۔"

افسوس! اللہ کی مخلوق پر رحم کھانے اور سب کے ساتھ ہمدردی کرنے کی صفت ہم سے نکل گئی اور اسی واسطے ہم خدا کی رحمتوں کے قابل نہیں رہے۔

نرم مزاجی:-

لین دین میں اور ہر طرح کے برتاؤ میں نرمی اور آسانی کرنا بھی اسلام کی خاص تعلیمات میں سے ہے — ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"نرمی کرنے والوں اور آسانی کرنے والوں پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے:-

"اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے، اور نرمی پر اتنا دیتا ہے جتنا سختی پر نہیں دیتا۔"

تحمل اور بُردباری:-

ناگوار باتوں کو برداشت کرنا اور ایسے موقع پر غصہ پی جانا بھی ان اخلاق میں سے ہے جن کو اسلام سب انسانوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے اور

اللہ کے نزدیک اُن اہلِ ایمان کا بڑا درجہ ہے جو اپنے اندر یہ صفت پیدا کرلیں۔
قرآن شریف میں جہاں اُن لوگوں کا تذکرہ ہے جن کے لئے جنت سجائی گئی ہے، وہاں ایسے لوگوں کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے ——— ارشاد ہے:۔

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۝ (آل عمران۔ع ۱۴)
جو غصہ کو پی جانے والے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہیں۔

ایسے لوگوں کے حق میں رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے کہ:۔

"جو شخص اپنے غصہ کو روکے گا، اللہ تعالیٰ اس سے اپنا عذاب روک لے گا۔"

بڑے خوش نصیب ہیں اللہ کے وہ بندے جو غصہ آنے کے وقت ان آیتوں اور حدیثوں کو یاد کرکے اپنے غصہ کو روک لیں اور اُس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اُن سے اپنے عذاب کو روک لے۔

خوش کلامی اور شیریں زبانی :———

اسلام کی اخلاقی تعلیمات میں سے ایک خاص تعلیم یہ بھی ہے، کہ بات چیت ہمیشہ خوش اخلاقی سے اور میٹھی زبان میں کی جائے۔ اور سخت کلامی اور بدزبانی سے پرہیز کیا جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:———

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۝ اور لوگوں سے اچھی بات کہو

اسلام نے خوش کلامی کو نیکی قرار دیا ہے اور سخت کلامی کو گناہ بتلایا ہے ———

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

"نرمی اور خوش اخلاقی سے بات چیت کرنا نیکی ہے اور ایک قسم کا صدقہ ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا :۔

"بدزبانی ظلم ہے، اور ظلم کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے :۔

"بدزبانی نفاق ہے (یعنی منافقوں کی خصلت ہے)۔"

اللہ تعالیٰ بدزبانی اور سخت کلامی کی اِس ظالمانہ اور منافقانہ خصلت سے ہماری حفاظت فرمائے اور خوش کلامی اور نرم گفتاری ہم کو نصیب فرمائے جو ایمان کی شان ہے اور اللہ کے نیک بندوں کا طریقہ ہے۔

عاجزی اور انکساری :۔

اسلام جن عادتوں کو اپنے ماننے والوں میں عام کرنا چاہتا ہے، اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ خدا کے دوسرے بندوں کے مقابلے میں آدمی اپنے کو نیچا رکھے اور خود کو عاجز اور حقیر بندہ سمجھے، یعنی غرور اور تکبر سے اپنے دل کو پاک رکھے اور اس کے بجائے خاکساری کو اپنا شیوہ بنائے۔

اللہ کے یہاں عزت اور بلندی اُنھیں خوش نصیبوں کے لئے ہے، جو اس دنیا میں نیچے ہو کر رہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے :۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (الفرقان-ع ۶)
رحمٰن کے خاص بندے تو وہی ہیں، جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ـــــــــــ

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا (القصص-ع ۹)
آخرت کے اس گھر (جنّت) کا وارث ہم انھیں کو کریں گے، جو نہیں چاہتے دنیا میں بڑائی حاصل کرنا، اور فساد کرنا۔

ایک حدیث میں ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ـــــــــــ

"جس نے خاکساری اختیار کی، اللہ تعالیٰ اُس کے مرتبے اتنے بلند کرے گا کہ اس کو اعلیٰ علّیین میں پہونچائے گا (جو جنّت کا سب سے اونچا درجہ ہے)۔"

اور اس کے برخلاف غرور اور تکبر اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے، کہ ایک حدیث میں آیا ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ـــــــــــ

"جس شخص کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبّر ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اُس کو مُنھ کے بَل جہنم میں ڈلوائے گا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: ـــــــــــ

"جس شخص کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبّر اور غرور ہوگا، وہ جنت میں نہ جا سکے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا: ـــــــــــ

"تکبّر سے بچو، تکبّر ہی وہ گناہ ہے، جس نے سب سے پہلے

شیطان کو تباہ کیا"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس شیطانی خصلت سے بچائے، اور وہ عاجزی اور خاکساری نصیب فرمائے جو اُس کو پسند ہے، اور جو بندگی کی شان ہے۔

لیکن یہاں ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری عاجزی اور خاکساری اپنے نفس اور اپنی ذات کے معاملہ میں ہونی چاہیئے۔ مگر حق کے معاملہ میں اور دین کے بارے میں ہمیں قوت اور پختگی کا ثبوت دینا چاہیئے، اِس موقع کے لئے اللہ کا اور اللہ کے رسُول کا حکم یہی ہے۔

الغرض مومن کی شان یہی ہے کہ وہ اپنے نفس اور اپنی ذات کو حقیر اور نیچا سمجھے، اور حق پر مضبوطی سے قائم رہے اور کسی کے ڈر، خوف سے اس میں کمزوری نہ دکھائے۔

صبر و شجاعت :

اِس دنیا میں آدمیوں پر مصیبتوں اور مشقتوں کے وقت بھی آتے ہیں۔ کبھی بیماری آتی ہے، کبھی محتاجی اور ناداری کی صورت ہو جاتی ہے، کبھی ظالم دشمن ستاتے ہیں، کبھی دوسرے طور پر حالات ناموافق ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے موقعوں کے لئے اسلام کی خاص تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے بندے صبر اور ہمت سے کام لیں اور ہزار تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود مضبوطی اور بہادری کے ساتھ اپنے اصول پر قائم رہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن شریف کی خوش خبری ہے کہ وہ اللہ کے پیارے ہیں۔

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ؕ

اور اللہ صبر والوں سے محبت رکھتا ہے

دوسری آیت میں ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ — اللہ یقیناً صبر والوں کے ساتھ ہے

ایک اور آیت میں ان ایمان والوں کی بڑی تعریف کی گئی ہے، جو تکلیف اور مشقت کی حالت میں اور حق کے لئے جنگ میں ثابت قدم رہیں اور قربانی سے نہ بھاگیں:-

وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

اور جو لوگ سختی اور تکلیف اور جنگ کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں، وہی ہیں جو سچے ہیں اور متقی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"صبر کی توفیق سے بہتر کوئی نعمت نہیں"

ایک دوسری حدیث میں ہے:-

"صبر آدھا ایمان ہے[1]"

اور اس کے برخلاف بے صبری اور بزدلی اسلام کی نگاہ میں بدترین عیب ہیں، جس سے حضورؐ اپنی دعاؤں میں بکثرت پناہ مانگتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی صبر و ہمت عطا فرمائے اور بے صبری اور بے ہمتی سے اپنی پناہ میں رکھے۔

---

[1] جمع الفوائد میں اس کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے موقوفاً نقل کیا گیا ہے۔ ۱۲ (مؤلف)

اخلاص اور تصحیح نیت :—

اخلاص، تمام اسلامی اخلاق کی، بلکہ کہنا چاہیئے کہ پورے اسلام کی رُوح اور جان ہے۔ اخلاص کا مطلب ہے کہ ہم جو کام بھی کریں، وہ محض اللہ کے واسطے اور اسکی رضا کی نیت سے کریں۔ اور اس کے سوا ہماری کوئی اور غرض نہ ہو۔

اسلام کی جڑ توحید ہے۔ اور توحید کی تکمیل اخلاص ہی سے ہوتی ہے یعنی کامل توحید یہی ہے کہ ہمارا ہر کام اللہ کے واسطے ہو اور صرف اللہ کی رضا اور اس کا ثواب ہی ہمارا مطمح نظر ہو —— حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :——

جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کیلئے دشمنی کی اور اللہ کے لئے دیا، اور اللہ کے لئے منع کیا۔ اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔

مطلب ہے کہ جس نے اپنے تعلقات اور معاملات کو اپنی ذاتی خواہش اور دوسری اغراض کے بجائے صرف رضاء الٰہی کے ماتحت کر دیا۔ وہی اللہ کے نزدیک کامل مومن ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ :——

"اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور تمھارے جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا اور ثواب کا معاملہ خلوص اور دل کی نیت کے مطابق ہوگا ——— ایک اور حدیث میں ہے

حضورؐ نے فرمایا: ———

"لوگو! اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو، اللہ تعالیٰ وہی عمل قبول کرتا ہے جو اخلاص سے ہو"

آخر میں ایک حدیث اور ذکر کی جاتی ہے، جس کو سُن کر ہم سب کو لرز جانا چاہئیے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جب اس حدیث کو سناتے تھے تو کبھی کبھی بے ہوش ہو کر گر پڑتے تھے ———

وہ حدیث یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ———

"قیامت میں سب سے پہلے قرآن کے بعض عالم اور بعض شہید اور بعض مالدار پیش کئے جائیں گے، اور اُن لوگوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی زندگی میں ہمارے لئے کیا کیا؟۔ عالمِ قرآن کہے گا کہ میں عمر بھر تیری کتاب کو پڑھتا رہا اس کو خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور یہ سب تیرے واسطے کیا ——— ارشاد ہوگا:۔ تو جھوٹا ہے، تو نے تو یہ سب کچھ اپنی شہرت کے لئے کیا تھا جو دنیا میں تجھے حاصل ہو چکی۔ پھر مالدار سے پوچھا جائے گا کہ ہم نے تجھکو مال دیا تھا، تو نے اس میں ہمارے لئے کیا کیا؟ ——— وہ کہے گا کہ نیکی کے سب کاموں میں اور بھلائی کی سب راہوں میں تیری رضا کے لئے

صَرف کیا۔ ارشاد ہوگا :۔ تو جھوٹا ہے، تونے دنیا میں یہ
فیاضی صرف اس لئے کی تھی کہ تیری سخاوت اور فیاضی کے
چرچے ہوں اور لوگ تعریفیں کریں، سو دنیا میں یہ سب کچھ تجھے
حاصل ہو چکا ـــــــ پھر اسی طرح شہید سے پوچھا جائے گا
وہ کہے گا کہ تیری دی ہوئی سب سے عزیز چیز جان تھی،
میں اُس کو بھی تیرے لئے قربان کر آیا ـــــــ ارشاد ہوگا۔
تو جھوٹا ہے، تونے تو جنگ میں صرف اس لئے حصہ لیا تھا کہ
تیری بہادری کی شہرت ہو اور تیرا نام ہو، سو وہ شہرت اور
ناموری تجھے دنیا میں حاصل ہو گئی ـــــــ پھر ان تینوں
کے لئے حکم ہوگا کہ ان کو اوندھے منہ گھسیٹ کے جہنم میں
ڈال دیا جائے، چنانچہ یہ دوزخ میں جھونک دئے جائینگے۔"

بھائیو! ہمیں چاہیئے کہ اپنے اعمال کو اِس حدیث کی روشنی میں دیکھیں اور اپنے دلوں اور اپنی نیتوں میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

اے اللہ! ہم سب کو اخلاص نصیب فرما اور ہمارے ارادوں اور ہماری نیتوں کو محض اپنے فضل و کرم سے درست فرما دے اور ہم کو اپنے مخلص بندوں میں سے کر دے۔ آمین۔

دسواں سبق

ہر چیز سے زیادہ

اللہ و رسولؐ کی اور دین کی محبّت

بھائیو! اسلام جس طرح ہم کو اللہ و رسولؐ پر ایمان لانے اور نماز، روزہ، اور حج و زکوٰۃ ادا کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اور ایمانداری اور پرہیزگاری، اور خوش اخلاقی اور نیک اطواری اختیار کرنے کی ہدایت اور تاکید کرتا ہے۔ اسی طرح اس کی ایک خاص ہدایت اور تعلیم یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کی ہر چیز سے زیادہ، یہاں تک کہ اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں اور جان و مال اور عزّت و آبرو سے بھی زیادہ، خدا اور اس کے رسولؐ سے اور اُس کے دین سے محبّت کریں،

یعنی اگر کبھی کوئی ایسا نازک اور سخت وقت آئے کہ دین پر قائم رہنے اور اللہ و رسولؐ کے حکموں پر چلنے کی وجہ سے ہمیں جان و مال اور عزّت و آبرو کا خطرہ ہو، تو اُس وقت بھی اللہ و رسولؐ کو اور دین کو نہ چھوڑیں۔ اور جان و مال یا عزّت و آبرو پر جو کچھ گزرے، گذر جانے دیں۔

قرآن و حدیث میں جا بجا فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اسلام کا دعویٰ کریں اور اُن کو اللہ و رسولؐ کے ساتھ اور اُن کے دین کے ساتھ ایسی محبّت اور اِس درجہ کا تعلق نہ ہو، وہ اصلی مسلمان نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کی طرف سے سخت سزا اور عذاب کے مستحق ہیں ——— سورۂ توبہ میں فرمایا گیا ہے:——

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاۗؤُكُمْ وَ	(اے رسولؐ) تم ان لوگوں کو جتلادو کہ اگر تمہارے
اَبْنَاۗؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ	ماں باپ، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی اور
اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ	تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ قبیلہ، اور
وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا	تمہارا مال دولت، جسے تم نے کمایا ہے
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ	اور تمہاری تجارت جس کی کساد بازاری سے
كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ	تم ڈرتے ہو اور تمہارے رہنے کے مکانات
تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ	جو تمھیں پسند ہیں (سو اگر یہ چیزیں) تم کو
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ	زیادہ محبوب ہیں اللہ سے اور اُس کے
وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا	رسُول سے اور اُس کے دین کے لئے
حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ	کوشش کرنے سے، تو اللہ کے فیصلے کا
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۧ	انتظار کرو اور (یاد رکھو) کہ اللہ نہیں
(سورۂ توبہ۔ ع ۳)	ہدایت دیتا ہے نافرمانوں کو۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ و رسُولؐ کے اور اُن کے دین کے مقابلہ میں اپنے ماں باپ یا بیوی بچوں یا مال وجائداد سے زیادہ محبت رکھتے ہوں اور جن کو اللہ و رسُولؐ کی رضامندی اور دین کی خدمت و ترقی سے زیادہ فکر ان چیزوں کی ہو، وہ اللہ کے سخت نافرمان ہیں اور اُس کے غضب کے مستحق ہیں۔

ایک مشہور اور صحیح حدیث میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"ایمان کی مٹھاس اور دین کا ذائقہ اُسی شخص کو نصیب ہو گا جس میں تین باتیں جمع ہوں:۔ اوّل یہ کہ اللہ و رسُول کی محبت

اُس کو تمام ماسوا سے زیادہ ہو ـــــ دوسرے یہ کہ جس
آدمی سے بھی محبت کرے صرف اللہ کے لئے کرے (گویا ذاتی
اور حقیقی محبت صرف اللہ ہی سے ہو) ـــــ اور تیسرے یہ کہ
ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹنا اور دین کو چھوڑنا اُسکو ایسا ناگوار
اور گراں ہو جیسا کہ آگ میں ڈالا جانا"۔

تو معلوم ہوا کہ اللہ و رسولؐ کے نزدیک اصلی اور سچے مسلمان وہی ہیں جن کو اللہ و رسولؐ کی اور دینِ اسلام کی محبت دنیا کے تمام آدمیوں اور تمام چیزوں سے زیادہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی آدمی سے بھی محبت کریں تو اللہ ہی کے لئے کریں اور دین سے اُن کو ایسی الفت ہو کہ اس کو چھوڑ کر کفر کا طریقہ اختیار کرنا اُن کیلئے اتنا شاق اور ایسا تکلیف دہ ہو جیسا کہ آگ کے الاؤ میں ڈالا جانا ـــــ

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا:ـــــ

"تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک پورا مومن اور اصلی
مُسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کو میری محبت اپنے
ماں باپ سے اور اپنی اولاد سے اور دنیا کے سارے آدمیوں سے زیادہ نہ ہو"۔

بھائیو! ایمان دراصل اِسی کا نام ہے کہ آدمی بالکل اللہ و رسول کا ہو جائے اور اپنے سارے تعلقات اور خواہشات کو ان کے تعلق پر اور ان کے دین کی راہ میں قربان کر سکے، جس طرح کہ صحابۂ کرامؓ نے کر دکھایا اور آج بھی اللہ کے سچے اور صادق بندوں کا یہی حال ہے، اگرچہ ان کی تعداد بہت کم ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اُنھیں کے ساتھ اور اُنھیں میں سے کر دے۔

گیارھواں سبق

دین کی خدمت و دعوت

بھائیو! جس طرح ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ ورسولؐ پر ایمان لائیں اور اُن کے بتلائے ہوئے نیکی اور پرہیزگاری کے اُس سیدھے اور روشن راستے پر چلیں جس کا نام "اسلام" ہے۔ اسی طرح ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ اللہ کے جو بندے اُس راستے سے بے خبر ہیں، یا اپنی طبیعت کی بُرائی کی وجہ سے اس پر نہیں چل رہے ہیں اُن کو بھی اس سے واقف کرنے کی اور اس پر چلانے کی کوشش کریں۔ یعنی جس طرح اللہ نے ہم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہم اُس کے اچھے فرمانبردار عبادت گزار اور پرہیزگار بندے بنیں، اسی طرح اُس نے یہ بھی فرض کیا ہے کہ اس مقصد کے لئے ہم اُس کے دوسرے بندوں میں بھی کوشش کریں، اِسی کا نام دین کی خدمت اور دین کی دعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اُس نے ہزاروں پیغمبر اس دنیا میں اِسی مقصد کے لئے بھیجے اور اُن پیغمبروں نے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کے اور دُکھ سہ کے دین کی خدمت و دعوت کا یہ کام انجام دیا، اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے کوششیں کیں (اللہ تعالیٰ اُن پر اور اُن کا ساتھ دینے والوں پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے)۔

پیغمبری کا یہ سلسلہ خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا

اور اللہ تعالیٰ نے انھیں کے ذریعہ اپنے اِس خاص فیصلے کا اعلان بھی کرا دیا کہ دین کی تعلیم و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے آئندہ اب کوئی نیا پیغمبر نہیں بھیجا جائے گا، بلکہ اب قیامت تک یہ کام اُنھیں لوگوں کو کرنا ہوگا، جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ حق کو مان چکے ہیں اور اُن کی ہدایت کو قبول کر چکے ہیں۔

الغرض نبوت و رسالت ختم ہونے کے بعد دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کی تمام تر ذمہ داری ہمیشہ کے لئے اب حضورؐ کی اُمّت کے سپرد کر دی گئی ہے، اور دراصل اِس اُمّت کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے، بلکہ قرآن شریف میں اِسی کام اور اِسی خدمت و دعوت کو اِس اُمّت کے وجود کا مقصد بتلایا گیا ہے، گویا کہ یہ امت پیدا ہی اِس کام کے لئے کی گئی ہے۔ ارشاد ہے:-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ

(آل عمران - ع - ۱۲)

(اے امتِ محمدؐ) تم وہ بہترین جماعت جو اِس دنیا میں لائی گئی ہے انسانوں کی اصلاح کے لئے، تم کہتے ہو نیکی کو اور روکتے ہو بُرائی سے اور سچا ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اُمّتِ محمدیہ دنیا کی دوسری امتوں اور جماعتوں میں اسی لحاظ سے ممتاز اور افضل تھی کہ خود ایمان اور نیکی کے راستے پر چلنے کے علاوہ دوسروں کو بھی نیکی کے راستے پر چلانے اور برائیوں سے بچانے کی کوشش کرنا اس کی خاص خدمت اور خاص ڈیوٹی تھی، اور اسی لئے اس کو "خَيْرَ اُمَّةٍ" قرار

دیا گیا تھا ——— اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ امت اگر دین کی دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا یہ فرض ادا نہ کرے تو وہ اِس فضیلت کی مستحق نہیں بلکہ سخت مجرم اور قصور وار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے کام کی ذمہ داری اسکے سپُرد کی اور اس نے اس کو پورا نہیں کیا۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ سپاہیوں کے کسی دستہ کو شہر میں اِس کام پر مقرر کرے کہ وہ بُرائیوں اور بدمعاشیوں کو روکیں، لیکن وہ سپاہی اِس خدمت کو انجام نہ دیں بلکہ خود بھی وہ سب جرائم اور بدمعاشیاں کرنے لگیں جن کی روک تھام کیلئے بادشاہ نے انکی ڈیوٹی لگائی تھی تو ظاہر ہے کہ یہ مجرم سپاہی انعام یا نوکری پانے کے مستحق تو کیا ہوتے سخت سزا کے قابل ہونگے، بلکہ اگر انکو دوسرے مجرموں بدمعاشوں سے زیادہ سزا دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

افسوس! اسوقت اسلامی امت کا حال یہی ہے کہ دین کیخدمت و دعوت اور دُنیا کی اصلاح و ہدایت کا کیا ذکر خود انمیں دس پانچ فیصدی سے زیادہ ایسے نہیں رہے ہیں جو صحیح معنی میں مومن و مسلم ہوں، نیکیاں کرتے ہوں۔ اور برائیوں سے بچتے ہوں۔ ایسی حالت میں ہمارا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ دین کی دعوت اور اصلاح و ہدایت کا کام پہلے اِس امت ہی کے اُن طبقوں میں کیا جائے جو دین و ایمان اور نیکی و پرہیزگاری کے راستے سے دُور ہو گئے ہیں۔

اِس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں، خواہ ان کی عملی حالت کیسی ہی ہو، وہ بہر حال ایمان و اسلام کا اقرار کر کے خدا و رسُول اور ان کے دین کے ساتھ ایک قسم کا رشتہ اور ایک طرح کی خصوصیت

پیدا کر چکے ہیں اور اسلامی سوسائٹی اور برادری کے ایک فرد بن چکے ہیں، اس واسطے ہمارے لئے ان کی اصلاح و تربیت کی فکر بہر حال مقدم ہے۔ جس طرح کہ قدرتی طور سے ہر شخص پر اُس کی اولاد اور اس کے قریبی رشتہ داروں کی خبر گیری اور دیکھ بھال کی ذمہ داری بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ ہوتی ہے

اور ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ دنیا کے عام لوگ مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے اسلام کی خوبی اور بہتری کو کبھی نہیں سمجھ سکتے، بلکہ اُلٹے اس سے متنفر اور بیزار ہوتے ہیں۔ ہمیشہ سے عام لوگوں کا یہی طریقہ رہا ہے اور اب بھی یہی طریقہ ہے کہ کسی دین کے ماننے والوں کی حالت اور اُن کے اعمال و اخلاق دیکھ کر ہی اُس دین کے متعلق اچھی یا بُری رائے قائم کی جاتی ہے۔

جس زمانہ تک مسلمان عام طور سے سچے مسلمان ہوتے تھے اور پوری طرح اسلام کے احکام پر چلتے تھے، دنیا کے لوگ صرف اُن کو دیکھ دیکھ کے اسلام کے گرویدہ ہوتے تھے اور علاقے کے علاقے اور قومیں کی قومیں اسلام میں داخل ہوتی تھیں۔ لیکن جب سے مسلمانوں میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہو گئی جو اپنے کو مسلمان تو کہتے ہیں مگر اُن کے اعمال اور اخلاق اسلامی نہیں ہیں اور اُنکے دل ایمان اور تقویٰ کے نور سے خالی ہیں، اسوقت سے دنیا اسلام ہی سے بدظن ہو گئی ہے،

بہر حال ہمیں اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئیے کہ مسلمان امت کا طرزِ زندگی اور مسلمان قوم کی عملی حالت ہی اسلام کے حق میں سب سے بڑی شہادت اور گواہی ہے، وہ اگر اچھی ہو گی تو دنیا اسلام کے متعلق اچھی رائے قائم کرے گی اور خود بخود اس کی طرف آئے گی، اور اگر وہ بُری ہو گی تو پھر عام دنیا

اسلام ہی کو بُرا جانے گی۔ اور پھر اُن کو اسلام کی دعوت اگر دی بھی جائے گی، تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ پس دوسروں میں اسلام کی دعوت کا کام بھی اسی پر موقوف ہے کہ مسلمان امت میں اسلامی زندگی یعنی ایمان اور عملِ صالح عام ہو۔ بہر حال اِس لحاظ سے بھی یہی ضروری ہے کہ پہلے مسلمانوں ہی کی اصلاح وہدایت کی فکر کی جائے اور ان میں دینی زندگی کو عام کرنیکے لئے پوری قوت سے جدوجہد کی جائے،

قرآن شریف میں اِس کام کو (یعنی دین کی خدمت ودعوت اور لوگوں کی اصلاح وہدایت کی کوشش کو) "جہاد" بھی کہا گیا ہے، بلکہ "جہادِ کبیر" یعنی بڑا جہاد بتلایا گیا ہے[1]۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اگر یہ کام خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ اور محض اللہ کی رضامندی کے لئے کیا جائے تو یقیناً اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا جہاد ہے۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد صرف اُس جنگ کا نام ہے جو دینی اصول واحکام کے مطابق اللہ کے راستے میں لڑی جائے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دین کی دعوت اور بندگانِ خدا کی اصلاح وہدایت کے لئے جس وقت جو کوشش کی جاسکتی ہو، وہی اس وقت کا خاص جہاد ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نبوت کے بعد قریباً بارہ تیرہ برس مکہ معظمہ میں رہے۔ اس پوری مدت میں آپ کا اور آپکے ساتھیوں کا جہاد یہی تھا کہ مخالفتوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کے باوجود خود دین پر مضبوطی سے جمے رہے اور

---

[1] سورۂ فرقان کی آیت "وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا" کے متعلق مفسرین کی عام رائے یہی ہے کہ اِس سے تبلیغ ودعوت مراد ہے۔ ۱۲

دوسروں کی اصلاح و ہدایت کی کوششیں کرتے رہے اور بندگانِ خدا کو خفیہ و علانیہ دین کی دعوت دیتے رہے۔

الغرض اللہ سے غافل اور راستے سے بھٹکے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانے کی اور صحیح راستے پر چلانے کی کوشش کرنا اور اس راہ میں اپنا پیسہ خرچ کرنا اور وقت اور چین و آرام قربان کرنا۔ یہ سب اللہ کے نزدیک "جہاد" ہی میں شمار ہے، بلکہ اس وقت کا "خاص جہاد" یہی ہے۔

اِس کام کے کرنے والوں کو آخرت میں جو اَجر و ثواب ملنے والا ہے۔ اور نہ کرنے والوں کے لئے اللہ کی لعنت و غضب کے جو خطرے ہیں اُن کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"جو شخص لوگوں کو صحیح راستے کی دعوت دے اور نیکی کی طرف بلائے، تو جو لوگ اُس کی بات مان کر جتنی نیکیاں اور بھلائیاں کریں گے اور اُن نیکیوں کا جتنا ثواب ان کرنے والوں کو ملے گا اُتنا ہی ثواب اُس شخص کو بھی ملے گا جس نے ان کو نیکی کی دعوت دی؛ اور اس کی وجہ سے خود نیکی کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔"

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض آپ کی دعوت اور کوشش سے دس بیس آدمیوں کی بھی اصلاح ہوگئی اور وہ خدا و رسُول کو پہچاننے لگے اور دینی احکام پر

چلنے لگے. نمازیں پڑھنے لگے اور اسی طرح دوسرے فرائض ادا کرنے لگے اور گناہوں اور بُری باتوں سے بچنے لگے، توان چیزوں کا جتنا ثواب اُن سب کو ملے گا، اُس سب کے مجموعے کی برابر تنہا آپ کو ملے گا ——— اگر آپ غور کریں، تو معلوم ہوگا کہ اس قدر اجر و ثواب کمانے کا کوئی دوسرا راستہ ہے ہی نہیں کہ ایک آدمی کو سیکڑوں آدمیوں کی عبادتوں اور نیکیوں کا ثواب مل جائے۔

ایک دوسری روایت میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ———

"اے علی! قسم اللہ کی اگر تمھارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت ہو جائے، تو تمھارے حق میں یہ اس سے بہتر ہے کہ بہت سے سُرخ اونٹ تمھیں مل جائیں (واضح رہے کہ اہلِ عرب سُرخ اونٹوں کو بہت بڑی دولت سمجھتے تھے)!"

درحقیقت اللہ کے بندوں کی اصلاح و ہدایت اور ان کو نیکی کے راستہ پر لگانے کی کوشش، جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا بہت اونچے درجے کی خدمت اور نیکی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی خاص وراثت اور نیابت ہے، پھر دنیا کی کسی بڑی سے بڑی دولت کی بھی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہو سکتی ہے۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے کام کی اہمیت کو ایک عام فہم مثال کے ذریعہ بھی سمجھایا ہے۔ آپ کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ: ———

"فرض کرو ایک کشتی ہے جس میں نیچے اور اوپر دو درجے ہیں۔ اور

نیچے کے درجہ والے مسافروں کو پانی اوپر کے درجے سے لانا پڑتا ہے جس سے اوپر والے مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور وہ ان پر ناراض ہوتے ہیں، تو اگر نیچے والے مسافر اپنی غلطی اور بیوقوفی سے نیچے ہی سے پانی حاصل کرنے کے لئے کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگیں۔ اور اوپر کے درجہ والے ان کو اس غلطی سے روکنے کی کوشش نہ کریں، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی سب ہی کو لیکر ڈوب جائے گی۔ اور اگر اوپر والے مسافروں نے سمجھا بجھا کر نیچے کے درجہ والوں کو اس حرکت سے روک دیا، تو وہ ان کو بھی بچالیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے۔

حضورؐ نے فرمایا:۔ ”بالکل اسی طرح گناہوں اور برائیوں کا بھی حال ہے، اگر کسی جگہ کے لوگ جہالت کی باتوں اور گناہوں میں مبتلا ہوں، اور وہاں کے نیک اور سمجھدار قسم کے لوگ ان کی اصلاح و ہدایت کی کوشش نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ان گناہگاروں اور مجرموں کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہوگا، اور پھر سب ہی اس کی لپیٹ میں آجائیں گے، اور اگر ان کو گناہوں اور برائیوں سے روکنے کی کوشش کرلی گئی تو پھر سب ہی عذاب سے بچ جائیں گے“

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑی تاکید کے ساتھ اور قسم کھا کے فرمایا:۔ ـــــــــ

"اُس اللہ کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم اچھی باتوں اور نیکیوں کو لوگوں سے کہتے رہو اور بُرائیوں سے انکو روکتے رہو۔ یاد رکھو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تم پر کوئی سخت قسم کا عذاب مسلّط کردے اور پھر تم اُس سے دعائیں کرو اور تمہاری دُعائیں بھی اُسوقت نہ سُنی جائیں"

بھائیو! اس زمانہ کے بعض خدا رسیدہ اور روشن دل بزرگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں پر ایک عرصہ سے جو مصیبتیں اور ذلتیں آرہی ہیں اور جن پریشانیوں میں وہ مبتلا ہیں جو ہزاروں دعاؤں اور ختموں اور وظیفوں کے باوجود بھی نہیں ٹل رہی ہیں، اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ہم دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے کام کو چھوڑ بیٹھے ہیں جس کے لئے ہم پیدا کئے گئے تھے، اور ختم نبوت کے بعد جس کے ہم پورے پورے ذمہ دار بنائے گئے تھے۔ اور دنیا کا بھی ایسا ہی قانون ہے کہ جو سپاہی اپنی خاص ڈیوٹی ادا نہ کرے اس کو معطل کردیا جاتا ہے اور بادشاہ جو سزا اُس کے لئے مناسب سمجھتا ہے دیتا ہے۔

آؤ! آئندہ کے لئے اس فرض اور اس ڈیوٹی کو انجام دینے کا ہم سب عہد کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہو۔ اس کا وعدہ ہے کہ :—

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ

(اللہ اُن لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اُسکے دین کی مدد کریں گے)

۱۲
بارھواں سبق

دین پر استقامت

ایمان لانے کے بعد بندے پر اللہ کی طرف سے جو خاص ذمہ داریاں عائد ہوجاتی ہیں اُن میں سے ایک بڑی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ بندہ پوری مضبوطی اور ہمت کے ساتھ دین پر قائم رہے، اور خواہ زمانہ اُس کیلئے کیسا ہی ناموافق ہوجائے وہ کسی حال میں دین کا سِرا ہاتھ سے چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہو، اسی کا نام "استقامت" ہے۔ قرآن شریف میں ایسے لوگوں کیلئے بڑے انعامات اور بڑے درجوں کا ذکر کیا گیا ہے —— ایک جگہ ارشاد ہے:——

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ	جن لوگوں نے اقرار کرلیا (اور دل سے قبول کرلیا
ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ	کہ ہمارا رب بس اللہ ہے (اور ہم اس کے
عَلَيْهِمُ الْمَلَٰئِكَةُ أَلَّا	مسلم بندے ہیں) پھر وہ اس پر ٹھیک ٹھیک
تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَ	قائم رہے، (یعنی اس اقرار کا حق ادا
أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي	کرتے رہے، اور کبھی اس سے نہ ہٹے)
كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ	اُن پر اللہ کی طرف سے فرشتے یہ پیغام لیکر
أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا	اُتریں گے کہ کچھ اندیشہ نہ کرو، اور کسی بات کا
وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ	رنج و غم نہ کرو، اور اُس جنت کے ملنے سے

فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝

(حٰمٓ السجدة - ع - ۴)

خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمھارے رفیق ہیں دنیوی زندگی میں اور آخرت میں، اور تمھارے لئے اس جنّت میں وہ سب کچھ ہوگا جو تمھارا جی چاہے گا اور تمھیں وہ سب کچھ ملے گا جو تم مانگو گے ، یہ باعزت مہمانی ہوگی تمھارے رب غفور ورحیم کی طرف سے ۔

سُبحان اللہ! دین پر مضبوطی سے قائم رہنے والوں اور بندگی کا حق ادا کرنے والوں کے لئے اس آیت میں کتنی بڑی بشارت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر جان مال سب کچھ قربان کر کے بھی کسی کو یہ درجہ حاصل ہو جائے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے۔ ایک حدیث میں ہے :-

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ :
حضرت! مجھے کوئی ایسی کافی وافی نصیحت فرمایئے کہ آپ کے بعد پھر کسی سے کچھ پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہو بس اللہ میرا رب ہے اور پھر اس پر مضبوطی سے جمے رہو (اور اس کے مطابق بندگی کی زندگی گزارتے رہو)"

قرآن شریف میں ہماری ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی ایسے وفادار بندوں کے بڑے سبق آموز واقعات بیان فرمائے ہیں جو بڑے سخت ناموافق حالات میں بھی دین پر قائم رہے اور بڑے سے بڑا لالچ اور سخت سے سخت تکلیفوں کا ڈر بھی

ان کو دین سے نہیں ہٹا سکا۔ ان میں ایک واقعہ تو ان جادوگروں کا ہے۔ جنہیں فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا تھا۔ اور بڑے انعام و اکرام کا ان سے وعدہ کیا تھا —— لیکن خاص مقابلہ کے وقت جب موسیٰ علیہ السلام کے دین کی اور ان کی دعوت کی سچائی ان پر کھل گئی تو نہ تو انہوں نے اس کی پرواکی کہ فرعون نے جس انعام و اکرام کا اور جن بڑے بڑے عہدوں کا وعدہ ہم سے کیا ہے ان سے ہم محروم رہ جائیں گے۔ اور نہ اس کی پروا کی کہ فرعون ہمیں کتنی سخت سزا دے گا۔ بہرحال انہوں نے ان سب خطروں سے بے پروا ہو کر بھرے مجمع میں پکار کے کہہ دیا کہ: "اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى" (یعنی ہارون اور موسیٰ جس پروردگار کی بندگی کی دعوت دیتے ہیں ہم اُس پر ایمان لے آئے)

پھر جب خدا کے دشمن فرعون نے اُن کو دھمکی دی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا کے سولی پر لٹکوادوں گا، تو انہوں نے پوری ایمانی جرأت سے جواب دیا: ——

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ط اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا۔

(سورۂ طٰہٰ - ع - ۳)

تجھے جو حکم دینا ہو دے ڈال، تو اپنا حکم بس اِس چند روزہ دنیوی زندگی ہی میں تو چلا سکتا ہے، اور ہم تو اپنے سچے رب پر ایمان اس لئے لائے ہیں کہ وہ (آخرت کی اَبدی زندگی میں) ہمارے گناہ بخش دے۔

اور اس سے بھی زیادہ سبق آموز واقعہ خود فرعون کی بیوی کا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ فرعون مصر کی بادشاہت کا گویا اکیلا مالک و مختار تھا، اور اُسکی یہ بیوی مُلکِ مصر کی ملکہ ہونے کے ساتھ خود فرعون کے دل کی بھی گویا مالک تھی بس اس سے

اندازہ کیجئے کہ اُس کو دنیا کی کتنی عزت اور کیسا عیش حاصل ہوگا۔ لیکن جب موسیٰ کے دین اور اُن کی دعوت کی سچائی اللہ کی اُس بندی پر کھل گئی تو اُس نے بالکل اس کی پروا نہ کی کہ فرعون مجھ پر کیسے کیسے ظلم کرے گا، اور دنیا کے اِس شاہانہ عیش کے بجائے مجھے کتنی مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلنی پڑیں گی۔ الغرض ان سب باتوں سے بالکل بے پروا ہوکر اُس نے اپنے ایمان کا اعلان کردیا، اور پھر حق کے راستہ میں اللہ کی اس بندی نے ایسی ایسی تکلیفیں اٹھائیں جن کے خیال سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور کلیجہ منھ کو آتا ہے —— پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو یہ درجہ ملا کہ قرآن شریف میں بڑی عزت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا۔ اور مسلمانوں کے لئے اُن کے صبر اور اُن کی قربانی کو نمونہ بتلایا گیا۔ ارشاد ہے:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ (سورۂ تحریم ع-۲)	اور ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتا ہے، فرعون کی بیوی (آسیہ) کی، جبکہ اُس نے دُعا کی کہ اے میرے پروردگار تو میرے واسطے جنت میں اپنے قرب کے مقام میں ایک گھر بنادے۔ اور مجھے فرعون کے شر سے اور اس کی بداعمالیوں سے نجات دے، اور اس ظالم قوم سے مجھے رہائی بخشدے۔

سُبحان اللہ! کیا مرتبہ اور کیا شان ہے کہ ساری اُمت کے لئے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر قیامت تک کے سب مسلمانوں کے

لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس بندی کی استقامت کو مثال اور نمونہ قرار دیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ مکہ معظمہ میں جب مشرکوں نے مسلمانوں کو بہت ستایا اور اُن کے ظلم حد سے بڑھ گئے تو بعض صحابہؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ:۔ حضورؐ! اب اِن ظالموں کے ظلم حد سے بڑھ رہے ہیں، لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائیں ۔ تو حضورؐ نے جواب دیا کہ:۔ "تم ابھی سے گھبرا گئے! تم سے پہلے حق والوں کے ساتھ یہاں تک ہوا ہے کہ لوہے کی تیز کنگھیاں انکے سروں میں پیوست کر کے نکال دی جاتی تھیں، اور کسی کے سر پر آرہ چلا کے بیچ سے دو ٹکڑے کردئے جاتے تھے۔ لیکن ایسے سخت وحشیانہ ظلم بھی اُنکو اپنے سچے دین سے نہیں پھیر سکتے تھے، اور وہ اپنا دین نہیں چھوڑتے تھے"

اللہ تعالیٰ ہم کمزوروں کو بھی اپنے ان سچے بندوں کی ہمت اور استقامت کا کوئی ذرہ نصیب فرمائے اور اگر ایسا کوئی وقت مقدر ہو تو اپنے ان وفادار بندوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے ؎

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خوں غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

۱۳

تیرھواں سبق

دین کی کوشش

اور

نصرت و حمایت

ایمان والوں سے اللہ کا خاص مطالبہ اور بڑا تاکیدی حکم ایک یہ بھی ہے کہ جس سچے دین کو اور اللہ کی بندگی والے جس اچھے طریقے کو انھوں نے سچا اور اچھا سمجھ کر اختیار کیا ہے، وہ اس کو زندہ اور سرسبز رکھنے کے لئے اور اس کو زیادہ سے زیادہ رواج دینے کے لئے جو کوشش کر سکتے ہوں ضرور کریں۔

دین کی خاص زبان میں اس کا نام جہاد ہے ـــــ اور مختلف قسم کے حالات میں اس کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔

مثلاً اگر کسی وقت حالات ایسے ہوں کہ خود اپنا اور اپنے گھر والوں کا اور اپنی قوم اور جماعت کا دین پر قائم رہنا مشکل ہو اور اس کی وجہ سے خدانخواستہ مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہوں، تو ایسے حالات میں خود اپنے کو اور اپنے گھر والوں اور اپنی قوم والوں کو دین پر ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرنا اور مضبوطی سے دین پر جمے رہنا بہت بڑا جہاد ہے ـــــ اسی طرح اگر کسی وقت مسلمان کہلانے والی قوم جہالت اور غفلت کی وجہ سے اپنے دین سے دور ہوتی جا رہی ہو تو اس کی اصلاح اور دینی تربیت کی کوشش کرنا اور اس میں اپنے

جان و مال کا کھپانا بھی جہاد کی ایک قسم ہے ۔

اسی طرح اللہ کے جو بندے اللہ کے سچے دین سے اور اس کے نازل کئے ہوئے احکام سے بے خبر ہیں، ان کو معقولیت اور سچی ہمدردی کے ساتھ دین کا پیغام پہونچانے اور اللہ کے احکام سے واقف کرنے میں دوڑ دھوپ کرنا بھی جہاد کی ایک صورت ہے ۔

اور اگر کوئی ایسا وقت ہو کہ اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والی جماعت کے ہاتھ میں اجتماعی قوت اور طاقت ہو، اور اللہ کے دین کی حفاظت اور نصرت کے مقصد کا تقاضا یہی ہو کہ اس کیلئے اجتماعی طاقت استعمال کی جائے تو اس وقت اللہ کے مقرر کئے ہوئے قوانین کے مطابق دین کی حفاظت اور نصرت کے لئے طاقت کا استعمال کرنا جہاد ہے ۔ لیکن اس کے جہاد اور عبادت ہونے کی دو خاص شرطیں ہیں :۔ ایک یہ کہ ان کا یہ اقدام کسی ذاتی یا قومی مفاد کی غرض سے یا ذاتی یا قومی تعصب و دشمنی کیوجہ سے نہ ہو بلکہ اصل مقصد صرف اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کے دین کی خدمت ہو ۔ دوسرے یہ کہ اس کے قوانین کی پوری پابندی ہو۔ ان دو شرطوں کے بغیر اگر طاقت کا استعمال ہوگا تو دین کی نظر میں وہ جہاد نہیں، فساد ہوگا ۔

اسی طرح ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے (چاہے وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا غیر مسلموں میں سے) حق بات کہنا بھی جہاد کی ایک خاص قسم ہے جس کو حدیث شریف میں "افضل الجهاد" فرمایا گیا ہے ۔

دین کی کوشش اور حمایت و حفاظت کی یہ سب صورتیں (جن کا ابھی

ذکر ہوا) اپنے اپنے موقع پر یہ سب اسلام کے فرائض میں سے ہیں۔ اور جہاد کا لفظ (جیسا کہ اوپر ہم نے تبلایا) درجہ بدرجہ ان سب کو شامل ہے۔ اب اس کی تاکید اور فضیلت کے متعلق چند آیتیں اور حدیثیں اور سُن لیجئے!۔۔۔

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ (سورۃ الحج۔ ع ۱۰)	اور کوشش کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ اس کا حق ہے، اس نے (اپنے دین کیلئے) تم کو منتخب کیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ	اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت اور ایسے سودے کا پتہ دے دوں
تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝	جو دردناک عذاب سے تم کو نجات دلا دے۔
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	وہ یہ ہے کہ۔ اللہ اور اُس کے رسول پر تم ایمان کو استوار کرو، اور اس کی راہ میں (یعنی اُس کے دین کے لئے) اپنے مال اور
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝	اپنے جی جان سے کوشش کرو، یہ نہایت اچھا سودا ہے تمہارے لئے اگر تمہیں سمجھ بوجھ ہو! اگر تم نے اللہ ورسول پر ایمان اور اُسکی
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	راہ میں جان ومال سے کوشش کی یہ شرط پوری کردی (تو) وہ تمہارے گناہ بخشدے گا اور تم کو (عالم آخرت کے) ان باغوں میں

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِىْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ	داخل کردے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور غیر فانی جنّت کے عمدہ مکانوں میں تم کو بسائے گا، یہ تمھاری بڑی کامیابی اور بامرادی ہے۔
(سورۂ صف - ع - ۲)	

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا، اور اس میں ارشاد فرمایا:-

"اللہ پر سچا ایمان لانا اور دین کی کوشش کرنا سب اعمال میں افضل ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

"جس بندے کے پاؤں پر راہِ خدا میں چلنے کی وجہ سے گرد و غبار پڑا، یہ نہیں ہو سکتا کہ دوزخ کی آگ پھر اس کو چھو سکے۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

"تم میں کسی شخص کا خدا کی راہ میں (یعنی اللہ کے دین کی جد و جہد اور اس کی نصرت و حمایت میں) کھڑا ہونا، اور کچھ حصہ لینا اپنے گھر کے گوشہ میں رہ کر ستّر سال نماز پڑھنے سے افضل ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم بھی دین کی کوشش اور نصرت و حمایت کا یہ اجر و ثواب حاصل کریں۔

۱۴ چودھواں سبق

شہادت کی فضیلت اور شہیدوں کا مرتبہ

دینِ حق پر یعنی اسلام پر قائم رہنے کی وجہ سے اگر اللہ کے کسی بندے یا بندی کو مار ڈالا جائے، یا دین کی کوشش اور حمایت میں کسی خوش نصیب کی جان چلی جائے تو دین کی خاص زبان میں اُس کو شہید کہتے ہیں، اور اللہ کے یہاں ایسے لوگوں کا بہت بڑا درجہ ہے ——— ایسے لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ اُن کو ہرگز مرا ہوا نہ سمجھو، بلکہ شہید ہو جانے کے بعد اللہ کی طرف سے اُن کو خاص زندگی ملتی ہے، اور ان پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش ہوتی رہتی ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ (سورۂ آل عمران - ع - ۱۷)	جو لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی اُسکے دین کے راستے میں) مارے جائیں اُنکو ہرگز مُردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس، ان کو طرح طرح کی نعمتیں دی جاتی ہیں۔

شہیدوں پر اللہ تعالیٰ کا کیسا کیسا پیار ہوگا۔ اور ان کو کیسے کیسے انعامات ملیں گے۔ اس کا اندازہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: ———

"جنتیوں میں سے کوئی شخص بھی یہ نہ چاہے گا کہ اُس کو پھر دنیا میں واپس بھیجا جائے، اگرچہ اُن سے کہا جائے کہ تم کو ساری دنیا دے دی جائے گی ـــــ لیکن شہید اس کی آرزو کریں گے کہ ایک دفعہ نہیں، ان کو دس دفعہ پھر دنیا میں بھیجا جائے، تاکہ ہر دفعہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہو کے آئیں ـــــ انھیں یہ آرزو شہادت کے مراتب اور اُس کے خاص انعامات دیکھ کر ہو گی"

شہادت کی تمنّا اور اُس کے شوق میں خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حال یہ تھا کہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا :ـــ

"قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ! میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں ! پھر مجھے زندہ کر دیا جائے، اور پھر میں قتل کیا جاؤں، اور پھر مجھے زندہ کیا جائے، اور پھر میں قتل کیا جاؤں، پھر مجھے زندگی بخشی جائے، اور پھر میں قتل کیا جاؤں "

ایک حدیث میں ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :ـــــ

"شہید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چھ انعام ملتے ہیں :ـــــ

ایک یہ کہ وہ فوراً ہی بخشدیا جاتا ہے۔ اور اُس کو جنت میں ملنے والا اُس کا مکان و مقام دکھا دیا جاتا ہے ـــــ

دوسرے یہ کہ قبر کے عذاب سے اس کو بچا دیا جاتا ہے ـــــ

تیسرے یہ کہ حشر کے دن کی اس سخت گھبراہٹ اور پریشانی سے اس کو امن دی جائے گی جب وہاں سب بے حواس ہوں گے (اِلّا من شاء اللہ)

چوتھے یہ کہ قیامت میں اُس کے سر پر عزت ووقار کا ایک ایسا تاج رکھا جائے گا جس میں کا ایک یاقوت تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا ——————

پانچویں یہ کہ جنت کی حوروں میں سے بہتر اُس کے نکاح میں دی جائیں گی ——————

چھٹے یہ کہ اُس کے قرابت داروں میں سے ستر کے حق میں اُسکی سفارش قبول کی جائے گی۔"

ایک حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا: ——————

"شہید ہونے والے کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں —— البتہ اگر کسی آدمی کا قرض اُس کے ذمہ ہوگا تو اُس کا بوجھ باقی رہے گا۔"

اور یاد رہے کہ ثواب اور فضیلت اسی پر موقوف نہیں ہے کہ دین کے راستہ میں آدمی مار ہی ڈالا جائے، بلکہ اگر دین کی وجہ سے کسی ایمان والے کو ستایا گیا، بےعزت کیا گیا، مارا پیٹا گیا، یا اُس کا مال لوٹا گیا، یا کسی اور طرح کا اسکو نقصان پہونچایا گیا تو اِس سب کا بھی اللہ کے یہاں بہت بڑا ثواب ہے، اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اتنے بڑے مرتبے دے گا کہ بڑے بڑے عابد و زاہد اُن پر رشک کریں گے۔

جس طرح دنیاوی حکومتوں میں ان سپاہیوں کی بڑی عزت ہوتی ہے، اور انھیں بڑے بڑے انعامات اور خطابات دیے جاتے ہیں جو اپنی حکومت کی وفاداری اور حمایت میں چوٹیں کھائیں، مارے پیٹے جائیں، زخمی کیے جائیں اور پھر بھی اس حکومت کے وفادار رہیں، اسی طرح اللہ کے یہاں اُن بندوں کی خاص عزت ہے جو اللہ کے دین پر چلنے اور دین پر قائم رہنے کے جرم میں، یا دین کی ترقی اور سربزی کے لئے کوشش کرنے کے سلسلہ میں مارے پیٹے جائیں، یا بے عزت کیے جائیں، یا دوسری طرح کے نقصانات اٹھائیں ——

قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جب خاص انعامات ملیں گے، اور اللہ تعالیٰ اپنے خاص اعزاز و اکرام سے اُنھیں نوازنے لگا، تو دوسرے لوگ حسرت کریں گے کہ کاش! دنیا میں ہمارے ساتھ بھی یہی کیا گیا ہوتا، دین کے لئے ہم ذلیل کیے گئے ہوتے، مارے پیٹے گئے ہوتے، ہمارے جسموں کو زخمی کیا گیا ہوتا، تاکہ اِس وقت یہی انعامات ہم کو بھی ملتے۔

اے اللہ! اگر ہمارے لئے کبھی ایسی آزمائشیں مقدر ہوں، تو ہم کو ثابت قدم رکھنا، اور اپنی رحمت اور مدد سے محروم نہ فرمانا۔

۱۵
پندرھواں سبق

مرنے کے بعد

برزخ، قیامت، آخرت

اتنی بات تو سب جانتے اور مانتے ہیں کہ جو اس دنیا میں پیدا ہوا اُس کو کسی نہ کسی دن مرنا ضرور ہے ـــــ لیکن اپنے طور پر یہ بات کسی کو بھی معلوم نہیں اور نہ کوئی اس کو معلوم کرسکتا ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے اور کیا ہوگا یہ بات صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور اُس کے بتلانے سے پیغمبروں کو معلوم ہوتی ہے، اور اُن کے بتلانے سے ہم جیسے عام آدمیوں کو بھی معلوم ہو جاتی ہے ـــــ اللہ کے ہر پیغمبر نے اپنے اپنے وقت میں اپنی قوم اور اپنی امت کو خوب اچھی طرح بتلایا اور جتلایا تھا کہ مرنے کے بعد کن کن منزلوں سے تم کو گزرنا ہوگا، اور دنیا میں کئے ہوئے تمھارے اعمال کی جزا و سزا ہر منزل میں تمھیں کس طرح ملے گی، اور پیغمبر خدا سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ خدا کے آخری نبی اور رسول ہیں اور اُن کے بعد اب کوئی پیغمبر قیامت تک آنے والا نہیں ہے، اِس لئے آپ نے مرنے کے بعد کی تمام منزلوں کا بیان بہت ہی تفصیل اور تشریح سے فرمایا ہے۔ اگر اُس سب کو جمع کیا جائے تو ایک بہت بڑا دفتر تیار ہوسکتا ہے

قرآن شریف میں اور حضورؐ کی حدیثوں میں جو کچھ اِس سلسلہ میں بیان فرمایا گیا ہے اُس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ :ــــــ

مرنے کے بعد تین منزلیں آنے والی ہیں :ــــ پہلی منزل مَرنے کے وقت سے لیکر قیامت آنے تک کی ہے، اُس کو عالمِ بَرزَخ کہتے ہیں ــــ مرنے کے بعد آدمی کا جسم چاہے زمین میں دفن کردیا جائے، چاہے دریا میں بہا دیا جائے، چاہے جلاکر راکھ کردیا جائے، لیکن اس کی رُوح کسی صورت میں بھی فنا نہیں ہوتی، صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ ہماری اس دنیا سے منتقل ہوکر ایک دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے، وہاں اللہ کے فرشتے اُس کے دین و مذہب کے متعلق اُس سے کچھ سوالات کرتے ہیں، وہ اگر سچّا ایمان والا ہے تو صحیح صحیح جواب دے دیتا ہے جس پر فرشتے اُس کو خوش خبری سُنا دیتے ہیں، کہ تو قیامت تک چین و آرام سے رہ ــــ اور اگر وہ مومن نہیں ہوتا بلکہ کافر، یا صرف نام کا مسلمان منافق ہوتا ہے، تو اُسی وقت سے سخت عذاب اور دُکھ میں مبتلا کردیا جاتا ہے جس کا سلسلہ قیامت تک جاری رہتا ہے ــــ یہی بَرزخ کی منزل ہے، جس کا زمانہ مرنے کے وقت سے لیکر قیامت تک کا ہے۔

اِس کے بعد دوسری منزل قیامت اور حشر کی ہے ــــ قیامت کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اللہ کے حکم سے یہ ساری دنیا ایک دم فنا کردی جائے گی (یعنی جس طرح سخت قسم کے زلزلوں سے علاقے کے علاقے ختم ہوجاتے ہیں، اسی طرح سے اُس وقت ساری دنیا درہم برہم ہوجائے گی اور سب چیزوں پر ایک دم فنا آجائیگی) ــــ پھر عرصہ دراز کے بعد

اللہ تعالیٰ جب چاہے گا سب انسانوں کو پھر سے زندہ کرے گا، اُس وقت ساری دنیا کے اگلے پچھلے سب انسان دوبارہ زندہ ہو جائیں گے، اور اُن کی دنیوی زندگیوں کا پورا حساب ہوگا۔ اس جانچ اور حساب میں اللہ کے جو بندے نجات اور جنّت کے مستحق نکلیں گے اُن کے لئے جنّت کا حکم دے دیا جائیگا، اور جو ظالم اور مجرم اللہ کے عذاب اور دوزخ کے سزاوار ہوں گے، اُنکے لئے دوزخ کا حکم سنا دیا جائے گا ——— یہ منزل مرنے کے بعد کی دوسری منزل ہے جس کا نام قیامت اور حشر ہے۔

اِس کے بعد جنّتی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنّت میں چلے جائیں گے، جہاں صرف آرام اور چین ہوگا۔ اور ایسی لذّتیں اور راحتیں ہوں گی جو اس دنیا میں کسی نے دیکھی سُنی نہ ہوں گی۔ اور دوزخی دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے جہاں اُن کو بڑے سخت قسم کے عذاب اور دُکھ ہوں گے۔ اللہ ہم سب کو اُس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

یہ دوزخ اور جنّت ہی مرنے کے بعد کی تیسری اور آخری منزل ہے، اور پھر لوگ ہمیشہ ہمیشہ اپنے اعمال کے مطابق جنّت یا دوزخ ہی میں رہیں گے۔

مرنے کے بعد کے متعلق اللہ کے پیغمبروں نے اور خاص طور سے آخری پیغمبر سیدنا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتلایا ہے اور قرآن و حدیث میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اُس کا خلاصہ یہی ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ اب چند آیتیں اور حدیثیں بھی سُن لیجئے: ———

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ٥ (عنکبوت۔ ع۔ ۶)

ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے، پھر تم سب ہماری طرف لوٹو گے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؕ (سورۂ آل عمران۔ ع۔ ۱۹)

ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے، اور تمہارے اعمال کے بدلے قیامت کے دن پورے پورے دیئے جائیں گے۔

قیامت اور اُسکی ہولناکیوں کا ذکر قرآن شریف میں سیکڑوں جگہ کیا گیا ہے چند آیتیں ہم یہاں بھی نقل کرتے ہیں:—

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ٥ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ٥ (سورۃ الحج۔ ع۔ ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، قیامت کا بھونچال بڑی (خوفناک) چیز ہے، جس دن تم اُسے دیکھو گے اُس دن ہر دودھ پلانے والی ماں اپنے دودھ پیتے پیارے بچے کو بھول جائے گی، اور حمل والیوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، اور تم دیکھو گے سب لوگوں کو نشہ کی سی حالت میں، اور حقیقت میں وہ نشہ میں نہ ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے (بس اس کی دہشت سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے)

اور سورۂ مُزَّمِّل میں قیامت ہی کے بیان میں فرمایا گیا ہے:—

يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ	جب زمینوں اور پہاڑوں پر لرزہ ہوگا،
وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًاo	اور پہاڑ بہتی ہوئی ریت کی طرح ہو جائیں گے

اور اسی سورہ میں قیامت ہی کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے:—

يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًاo	وہ دن بچوں کو بوڑھا بنا دے گا۔

اور سورۂ عبس میں ارشاد ہے:—

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُo	جب آئے گی کانوں کے پردے پھاڑنے والی
يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ	وہ آواز (یعنی جس وقت قیامت کا صور
اَخِيْهِo وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِo	پھونکا جائے گا) اُس دن بھاگے گا آدمی
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِo	اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ	اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے، اُن میں سے
يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ	ہر ایک کے لئے اُس دن فکر ہوگی، جو اُس کو
يُّغْنِيْهِo وُجُوْهٌ	دوسروں سے بے پروا بنا دے گی (یعنی
يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ	ہر ایک اپنی فکر میں ایسا ڈوبا ہوگا کہ ماں
ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌo	باپ، بیوی، اولاد، اور بہن بھائی کی بالکل
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ	پروا نہ کرے گا بلکہ اُن سے بھاگے گا) بہت سے
عَلَيْهَا غَبَرَةٌo	چہرے اُس دن روشن ہوں گے ہنستے ہوئے
تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌo	خوشی سے کھلے ہوئے، اور بہت سے مُنہ
(سورۂ عبس)	اُس دن خاک میں اَٹے ہوں گے اور
	اُن پر سیاہی چھائی ہوگی۔

———

قیامت کے دن سب انسان خدا کے سامنے حاضر ہوں گے، کوئی بھی کہیں چھپ نہیں سکے گا۔

سورۂ الحاقہ میں ارشاد ہے:—

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى	اُس دن تم سب خدا کے سامنے پیش کئے
مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ (سورۂ الحاقہ)	جاؤ گے تم میں سے کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا۔

اور سورۂ کہف میں ارشاد ہے:—

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ	اُس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے (یعنی
وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً	پہاڑ اپنی جگہ قائم نہ رہ سکیں گے بلکہ وہ
وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ	گر جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے)
نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝	اور تم دیکھو گے زمین کو کھلی ہوئی (یعنی
وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ	نہ اس میں شہر رہیں گے نہ بستیاں نہ باغات
صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا	بلکہ ساری زمین ایک کھلا میدان ہو جائیگی)
كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ	اور پھر ہم سب انسانوں کو دوبارہ زندہ کرینگے
مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ	اور ان میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے
اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ	اور وہ سب قطار در قطار اپنے رب کے سامنے
مَّوْعِدًا ۝ وَوُضِعَ	پیش کئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا
الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ	دیکھو) تم دوبارہ زندہ ہو کر ہمارے پاس آگئے
مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ	جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ تم کو پیدا کیا تھا بلکہ
وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا	تم یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم تمہارے لئے کوئی

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝

(الکہف - ع - ۶)

وقت موجود نہیں لائیں گے — اور اُن کا اعمال نامہ (جس میں اُن کے تمام اچھے بُرے اعمال کی تفصیل ہوگی) سامنے رکھ دیا جائے گا اور تم دیکھو گے مجرموں کو ڈرتا ہوا اس اعمالنامے سے کہتے ہوں گے ہائے ہماری کم بختی! اس اعمالنامہ کی عجیب حالت ہے، اس نے ہمارا کوئی چھوٹا عمل چھوڑا ہے نہ بڑا عمل، سب ہی کو وہ بتلاتا ہے — اور جو کچھ انھوں نے دنیا میں کیا تھا اُس سب کو موجود پائیں گے، اور ظلم نہیں کرے گا تمہارا پروردگار کسی پر۔

قیامت میں انسان کے ہاتھ پاؤں اور اُس کے تمام اعضا بھی اُس کے اعمال کی گواہی دیں گے — سُورۂ یٰسٓ میں ارشاد ہے: —

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (یٰسٓ ع - ۴)

آج کے دن ہم اُن کے مُنہ پر مہر لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ پاؤں بولیں گے اور گواہی دیں گے اُس کی جو وہ کیا کرتے تھے۔

الغرض قیامت میں جو کچھ ہوگا قرآن شریف نے بڑی تفصیل سے اُس سب کو بیان فرمایا ہے — یعنی پہلے زلزلوں اور دھماکوں کا ہونا، پھر سب دنیا کا فنا ہوجانا حتیٰ کہ پہاڑوں کا بھی ریزہ ریزہ ہوجانا، پھر سب انسانوں کا زندہ کیا جانا پھر حساب کے لئے میدانِ حشر میں حاضر ہونا اور وہاں ہر ایک کے سامنے اُس کے

اعمال نامہ کا آنا، اور خود انسان کے اعضاء کا اس کے خلاف گواہی دینا، اور پھر ثواب یا عذاب یا معافی کا فیصلہ ہونا، اور اُس کے بعد لوگوں کا جنت یا دوزخ میں جانا۔ یہ سب چیزیں قرآن شریف کی بعض سورتوں میں ایسی تفصیل سے بیان کی گئی ہیں کہ انکے پڑھنے سے قیامت کا سماں آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے — چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

"جو شخص چاہے کہ قیامت کا منظر اس طرح دیکھے کہ گویا وہ اُسکی آنکھوں کے سامنے ہے، تو وہ قرآن شریف کی سُورتیں:—
إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ — إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ — اور إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھے"

اب ہم برزخ اور قیامت کے متعلق رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی ذکر کرتے ہیں — حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: —

"تم میں سے کوئی جب مر جاتا ہے تو اُس کو جو مقام قیامت کے بعد جنت یا دوزخ میں (اپنے اعمال کے لحاظ سے) ملنے والا ہوتا ہے وہ ہر صبح شام اُس پر پیش کیا جاتا ہے اور اُس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانا جہاں تجھے پہونچنا ہے"

ایک اور حدیث میں ہے کہ: —

"رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ وعظ میں قبر (یعنی عالمِ برزخ) کی آزمائش اور وہاں کے احوال کا ذکر فرمایا

تو تمام مسلمان جو حاضر تھے چیخ اٹھے "

بہت سی حدیثوں میں قبر کے احوال اور سوال و جواب اور پھر وہاں کے عذاب کا تفصیل سے بھی ذکر آیا ہے، یہاں ہم اختصار کی وجہ سے صرف انہی دو حدیثوں کے ذکر پر بس کرتے ہیں ——— اب چند حدیثیں قیامت کے متعلق اور سُن لیجئے ۔ ایک حدیث میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :———

" جب اللہ کے حکم سے قیامت کا پہلا صُور پھُونکا جائے گا تو تمام لوگ بے ہوش اور بے جان ہو کر گر جائیں گے ——— پھر جب دوسری مرتبہ صور پھُونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے ——— پھر حکم ہو گا کہ تم سب اپنے رب کے سامنے حاضری کے لئے چلو، اور ——— پھر فرشتوں کو حکم ہو گا کہ ان کو ٹھہرا کر کھڑا کرو، یہاں اُن سے اُن کی زندگی کے متعلق پوچھ ہو گی "

ایک اور حدیث میں ہے کہ :———

" ایک صحابی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا :- یا رسُول اللہ! اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ کیسے زندہ کریگا اور کیا اِس دنیا میں اس کی کوئی نشانی اور مثال ہے؟ ——— آپ نے فرمایا :- کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تم اپنی قوم کی کسی زمین پر ایسی حالت میں گزرے ہو کہ وہ سوکھی، سبزے سے خالی ہو،

اور پھر دوبارہ ایسی حالت میں اس پر تمہارا گزر ہو کہ وہ ہری بھری لہلہا رہی ہو؟ (صحابی کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا:- ہاں! ایسا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:- دوبارہ زندہ کرنے کی یہی نشانی اور مثال ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ مُردوں کو دوبارہ زندہ کردے گا۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ:-

"رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی:- یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا۔ (قیامت کے دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی) پھر آپ نے فرمایا:- تم سمجھے اِس کا کیا مطلب ہے؟ صحابہ نے عرض کیا:- اللہ اور اُس کے رسُول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا:- اِس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ کے ہر بندہ پر اور ہر بندی پر گواہی دے گی اُن اعمال کی جو انھوں نے زمین پر کئے ہوں گے، یعنی اللہ کے حکم سے زمین اُس دن بولے گی اور بتلائے گی کہ فلاں بندے نے یا فلاں بندی نے فلاں دن میرے اوپر یہ عمل کیا تھا۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ:-

"آپ نے قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:- اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندے سے فرمائے گا آج تو خود ہی اپنے

اوپر گواہ ہے، اور میرے لکھنے والے فرشتے بھی موجود ہیں اور بس یہی گواہیاں کافی ہیں۔ پھر ایسا ہوگا کہ اللہ کے حکم سے بندے کے منہ پر مہر لگ جائے گی، وہ زبان سے کچھ نہ بول سکے گا، اور اُس کے دوسرے اعضاء (ہاتھ، پاؤں وغیرہ) کو حکم ہوگا کہ تم بولو، پھر وہ اُس کے اعمال کی ساری سرگزشت سُنائیں گے۔"

ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

"ایک شخص رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:۔ یا رسُول اللہ! میرے پاس کچھ غلام ہیں جو کبھی کبھی شرارتیں کرتے ہیں، کبھی مجھ سے جُھوٹ بولتے ہیں، کبھی خیانت کرتے ہیں، اور میں ان قصُوروں پر کبھی ان پر خفا ہوتا ہوں، بُرا بھلا کہتا ہوں اور کبھی مار بھی دیتا ہوں تو قیامت میں اس کا کیا انجام ہوگا؟ آپ نے فرمایا:۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں ٹھیک ٹھیک انصاف فرمائے گا اگر تمھاری سزا اُن کے قصوروں کے بقدر اور بالکل مناسب ہوگی تو نہ تمھیں کچھ ملے گا اور نہ کچھ دینا پڑے گا، اور اگر تمھاری سزائیں ان کے قصوروں سے کم ہوں گی تو تمھارا فاضل حق تم کو دلوایا جائے گا، اور اگر تمھاری سزا اُن کے قصُوروں سے زیادہ ہوگی تو تم سے اُس کا بدلہ تمھارے اُن غلاموں کو

دلایا جائے گا ــــ حدیث میں ہے کہ یہ سُنکر ــــ وہ پوچھنے والا شخص رونے اور چیخنے لگا ــــ اور اُس نے عرض کیا کہ :ــ یا رسُول اللہ! پھر تو میرے لئے یہی بہتر ہے کہ میں اُن کو الگ کر دوں، میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اُن سب کو آزاد کر دیا"

(۳) حدیث میں یہ بھی ہے کہ :ــــ

" حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص کو قرآن شریف کی یہ آیت بھی سنائی :ــ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ٥"

اِس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :ــــ

" ہم قیامت کے دن انصاف کی میزان لگائیں گے، اور کسی کے ساتھ وہاں کوئی ناانصافی نہ ہوگی، اور اگر کسی کا کوئی عمل یا حق رائی کے دانے کی برابر بھی ہوگا، تو ہم اُس کو حاضر کریں گے، اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں"

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ مرنے کے بعد اور قیامت کے متعلق قرآن پاک نے اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو باتیں ہم کو بتلائی ہیں ہم اُن سے غافل نہ ہوں۔

۱۶

سولھواں سبق

جنّت — اور — دوزخ

پچھلے سبق میں بتلایا جاچکا ہے کہ قیامت کا دن فیصلے کا دن ہوگا۔ پھر جو مومن ہوں گے اور دنیا میں جن کے اعمال بھی بہت اچھے رہے ہوں گے، اور کسی سزا اور عذاب کے مستحق نہ ہوں گے وہ تو قیامت کے عرصہ میں بھی عرشِ الٰہی کے سائے میں اور بہت آرام سے رہیں گے اور بہت جلدی جنّت میں بھیج دئے جائیں گے، اور جو ایسے ہوں گے کہ کچھ سزا پاکر بخشے جائیں وہ قیامت اور حشر کے دن کی کچھ تکلیفیں اٹھاکر یا زیادہ سے زیادہ کچھ مدت تک دوزخ میں اپنے گناہوں کی سزا پاکر بخشدئے جائیں گے —— بہر حال جن میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ آخر کار کبھی نہ کبھی جنّت میں پہونچ ہی جائیں گے، اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے صرف وہی رہ جائیں گے جو دنیا سے کفر و شرک کی حالت میں گئے ہوں گے۔

الغرض جنّت ایمان اور نیک عمل اور اللہ کی وفاداری کا بدلہ ہے، اور دوزخ کفر و شرک اور اللہ سے غداری اور اُس کی نافرمانی کی سزا ہے۔

جنّت کی نعمتوں، راحتوں اور دوزخ کے دکھوں عذابوں کا بیان قرآن و حدیث میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ چند آیتیں اور حدیثیں ہم یہاں بھی ذکر کرتے ہیں —— سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے: ——

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ	پرہیزگاروں کے لئے اُن کے رب کے ہاں
جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ	وہ جنتیں (یعنی ایسے باغات) ہیں جن کے
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ	نیچے نہریں جاری ہیں، وہ اُن ہی میں رہیں گے
مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ	اور پاک ستھری بیبیاں ہیں، اور اللہ کی
وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۔	رضامندی ہے اور اللہ اپنے سب بندوں کو خوب
(سورۂ آل عمران ۔ع ۔۲)	دیکھنے والا ہے (کسی کا حال اس سے چھپا نہیں ہے)

اور سورۂ یٰسٓ میں ارشاد ہے: ـــــ

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ	اہل جنت اس دن اپنے مشغلوں میں خوش
فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ هُمْ	ہوں گے، وہ اور اُن کی بیویاں سایہ میں
وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ	مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے،
عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِئُوْنَ	اُن کے لئے وہاں طرح طرح کے میوے ہوں گے
لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا	اور جو کچھ مانگیں گے اُن کو ملے گا رحمت و کرم
يَدَّعُوْنَ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ	والے پروردگار کی طرف سے اُن کو سلام
رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (سورۂ یٰسین ع ۴)	فرمایا جائے گا ۔

اور سورۂ زخرف میں ارشاد ہے: ـــــ

وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ	اور جنت میں وہ سب کچھ ہے جس کو لوگوں کے
وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَاَنْتُمْ فِيْهَا	جی چاہتے ہیں اور آنکھیں جس سے مزہ
خٰلِدُوْنَ ۔	لیتی ہیں، اور (اے میرے نیک بندو!)
(سورۂ زخرف)	تم ہمیشہ اسی جنت میں رہو گے ۔

اور سُورۂ محمدؐ میں جنت کا حال اِس طرح بیان کیا گیا ہے :—

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ	وہ جنت جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے
وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَا	اُس کا حال یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں
اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ	ہیں پانی کی جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا، اور
وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ	بہت سی نہریں ہیں دودھ کی جس کا ذائقہ ذرا
یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ	بدلا ہوا نہ ہوگا، اور بہت سی نہریں ہیں حلال
مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ	اور پاک شراب کی جس میں بڑی لذت ہے
وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى	پینے والوں کیلئے، اور بہت سی نہریں ہیں صاف
وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ	کئے ہوئے شہد کی، اور اُن کے واسطے اُس
وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ	جنت میں سب طرح کے پھل ہیں اور بخشش
(سُورۂ محمدؐ - ع - ۲)	ہے اُن کے پروردگار کی۔

اور سُورۂ حجر میں جنت کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے :—

لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ۔	اہلِ جنت کو کسی قسم کی کوئی تکلیف وہاں
(سُورۂ حجر)	نہیں چھو سکے گی۔

یعنی جنت میں صرف آرام ہی آرام اور عیش ہی عیش ہوگا، کسی قسم کی کوئی تکلیف اور رنج کی کوئی بات وہاں نہ ہوگی۔

یہ تو جنت اور جنتیوں کا مختصر حال ہوا، اب دوزخ اور دوزخیوں کا بھی کچھ حال قرآن مجید ہی کی زبان سے سُن لیجئے — سُورۂ مومنون میں ارشاد ہے :—

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۚ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ (سورۃ المومنون - ع ۶)	اور جس کا پلّہ ہلکا ہوگا، سو یہ وہ لوگ ہونگے جنھوں نے (کفر و شرک یا بدعملی اختیار کرکے) خود اپنا گھاٹا کیا تو یہ جہنم میں رہیں گے، ان کے چہروں کو آگ جھلستی ہوگی اور اُن کے منھ اُس میں بگڑے ہوئے ہوں گے۔

اور سورۂ کہف میں فرمایا گیا ہے :۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۝ - (سورۂ کہف - ع ۴)	ہم نے ظالموں[1] کے لئے دوزخ تیار کی ہے، اس کی قناتیں انھیں گھیرے ہوئے ہیں اور جب وہ پیاس کی فریاد کریں گے تو اُسکے جواب میں اُنکو پانی دیا جائے گا تیل کی تلچھٹ جیسا، اور اتنا جلتا اور کھولتا ہوا کہ بھون ڈالے منھ کو۔

اور سورۂ الحج میں ارشاد ہے :۔

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ	جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے آگ کے کپڑے کترے جاویں گے، اور اُن کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جائے گا، اُس سے ان کی کھالیں اور پیٹ کے اندر کی چیزیں

---

[1] قرآن کی زبان میں سب سے بڑا ظلم کفر اور شرک ہے، اور اصلی ظالم کفر اور شرک کرنے والے ہیں۔ ۱۲

مَا فِیْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ؕ	بھی سب گل جاویں گی، اور اُن کے لئے
وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِیْدٍ ؕ	لوہے کے گرز ہوں گے، وہاں کی تکلیف اور
كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا	سختی کی وجہ سے وہ جب اُس سے نکلنے کا
مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَذُوْقُوْا	ارادہ کریں گے تو پھر اسی میں ڈھکیل دئے
عَذَابَ الْحَرِیْقِ ؕ	جائیں گے، اور کہا جائے گا کہ ہمیں جلنے کا
(سورۃ الحج ۔ ع ۲)	عذاب چکھتے رہو۔

اور سورۂ دخان میں ارشاد ہے :۔۔۔۔۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ؕ	بیشک زقوم کا درخت بڑے پاپیوں (کافروں
طَعَامُ الْاَثِیْمِ ؕۚ كَالْمُهْلِ	مشرکوں) کا کھانا ہوگا، جو اپنی بدصورتی اور
یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ؕ كَغَلْیِ	گھنونے پن میں تیل کی تلچھٹ کیطرح ہوگا،
الْحَمِیْمِ ؕ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ	اور وہ پیٹوں میں ایسا کھولے گا جیسے تیز
اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ؕ ثُمَّ	گرم پانی کھولتا ہے، اور فرشتوں کو حکم ہوگا
صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ	کہ اس کو پکڑو، پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے
عَذَابِ الْحَمِیْمِ ؕ ۔	بیچوں بیچ تک لے جاؤ، پھر اُس کے سر پر
(الدخان ۔ ع ۳)	نہایت تکلیف دینے والا جلتا ہوا پانی چھوڑو۔

اور سورۂ ابراھیم میں دوزخی آدمی کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ :۔۔۔۔

وَیُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ؕ	اس کو ایسا پانی پینے کو دیا جائے گا جو کہ
یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ	پیپ لہو ہوگا، جس کو وہ گھونٹ گھونٹ
وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ	کر کے پئے گا اور گلے ت اس کو وہ آسانی

مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝ (سورۂ ابراھیم۔ ع ۳)

سے اُتار نہ سکے گا اور ہر طرف سے اس پر موت کی آمد ہوگی، اور وہ مرے گا بھی نہیں، اور اس کو سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔

اور سُورۂ نساء میں ارشاد ہے :۔۔۔۔۔۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ۔ (سُورۂ نساء)

جو لوگ ہماری آیتوں اور ہمارے حکموں کے منکر ہیں ہم اُن کو ضرور دوزخ کی آگ میں ڈالیں گے، جب اُن کی کھالیں جل بھن جائیں گی اور پک جائیں گی تو ہم اُن کی جگہ اور کھالیں بدل دیں گے۔ تاکہ وہ عذاب کا مزہ پوری طرح چکھیں۔

قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں میں دوزخ کے دردناک عذاب کی اس سے بہت زیادہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں، یہاں ہم اِنہی چند آیتوں پر بس کرتے ہیں۔

اب جنّت اور دوزخ کے متعلق چند حدیثیں بھی سُن لیجئے ۔۔۔۔۔۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔۔۔۔

"میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے (جنت میں) وہ وہ چیزیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سُنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال ہی گزرا ہے۔"

بیشک! جنتیوں کو نفیس ولذیذ کھانے ملیں گے۔ جو پھل عطا فرمائے جائیں گے

اسی طرح پینے کی جو نہایت لطیف اور خوشگوار چیزیں ملیں گی اور پہننے کے لئے جو اعلیٰ درجہ کے خوشنما لباس دیئے جائیں گے اور جو عالیشان خوبصورت مکانات اور خوش منظر باغیچے عطا ہوں گے اور جنّت کی جو حسین وجمیل حوریں دی جائیں گی اور ان کے سوا بھی لذّت اور راحت اور لطف و مسرّت کے جو اور سامان عطا فرمائے جائیں گے جیسا کہ اِس حدیث میں فرمایا گیا واقعہ یہی ہے کہ بس اللہ ہی اُن کو جانتا ہے، البتہ ہمارا اِن سب پر ایمان ہے ــــــ

ایک حدیث میں ہے، رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ :ــــ

"جب جنّتی جنّت میں پہونچ جائیں گے تو اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اب تم ہمیشہ تندرست رہو کوئی بیماری تمھارے پاس نہیں آئے گی، اب تم ہمیشہ زندہ رہو، تمھارے لئے اب موت نہیں، تم ہمیشہ جوان رہو اب تم بوڑھے ہونے والے نہیں، اب تم ہمیشہ عیش و راحت میں رہو، کوئی رنج و غم اب تمھارے پاس آنے والا نہیں۔"

سب سے بڑی نعمت جو جنّت میں پہونچنے کے بعد جنّتیوں کو ملے گی وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا ــــ حدیث شریف میں ہے، رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ :ــــ

"جب جنّتی لوگ جنّت میں پہونچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائیں گے، کیا تم چاہتے ہو کہ جو نعمتیں تم کو دی گئیں اُن سے زائد کوئی اور چیز میں تمھیں عطا کروں؟ وہ عرض کریں گے

خداوندا! آپ نے ہمارے چہرے روشن کئے، ہم کو دوزخ سے
نجات دی اور جنّت عطا فرمائی (جس میں سب کچھ ہے
اب ہم اور کیا مانگیں) ـــــ حضورؐ فرماتے ہیں کہ :- پھر
پردہ اُٹھا دیا جائے گا، اور اُس وقت وہ اللہ تعالیٰ کو
بے پردہ دیکھیں گے ـــــ اور پھر جنّت اور اس کی ساری
نعمتیں جو اَب تک اُن کو مل چکی تھیں اُن سب سے زیادہ
پیاری نعمت اُن کے لئے یہ دیدارِ الٰہی کی نعمت ہوگی"

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی یہ سب نعمتیں اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنّت کے عیش وراحت اور دوزخ کے دُکھ اور عذاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :ـــ

"قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں
سب سے زیادہ عیش وآرام اور ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ رہا ہوگا
لیکن اپنی بدبختی کی وجہ سے وہ دوزخ کا مستحق ہوگا، تو اُس کو
دوزخ کی آگ میں ایک غوطہ دے کر فوراً نکال لیا جائے گا،
پھر اُس سے پوچھا جائے گا کہ کبھی تو عیش وآرام میں بھی رہا تھا!
وہ کہے گا۔ اے پروردگار! تیری قسم! میں نے کبھی کوئی آرام،
نہیں دیکھا ـــــ اور ایک دوسرے آدمی کو لایا جائے گا
جو دنیا میں سب سے زیادہ دکھ اور تکلیفوں میں رہا ہوگا مگر وہ
جنّت کا مستحق ہوگا، پھر اسی طرح اُس کو بھی جنّت کی ذرا

ہوا کھلا کر فوراً نکال لیا جائے گا، اور پوچھا جائے گا کہ تو
کبھی کسی دُکھ اور تکلیف کی حالت میں رہا تھا؟ —
وہ عرض کرے گا: نہیں میرے پروردگار! تیری قسم!
مجھے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوئی، اور میں نے کبھی کوئی دُکھ
نہیں دیکھا۔"

درحقیقت جنّت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی عیش و آرام کا انتظام فرمایا ہے کہ دنیا میں ساری عمر دکھوں اور تکلیفوں میں رہنے والا آدمی بھی ایک منٹ کے لئے جنّت میں پہونچنے کے بعد اپنی عمر بھر کی تکلیفوں کو بالکل بھول جائے گا، اور دوزخ ایسا ہی عذاب کا گھر ہے کہ دنیا میں ساری عمر عیش و آرام سے رہنے والا آدمی بھی ایک منٹ دوزخ میں رہ کر بلکہ صرف اس کی گرم اور بدبودار لپٹ پاکر ہی محسوس کرے گا کہ اس نے کبھی عیش و آرام کا منہ نہیں دیکھا۔

دوزخ کے عذاب کی سختی کا اندازہ بس اسی ایک حدیث سے کیا جا سکتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: —

"دوزخ میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا وہ یہ ہوگا
کہ اُس کے پاؤں کی جوتیاں آگ کی ہوں گی، جن کے
اثر سے اُس کا دماغ اِس طرح کھولے گا جس طرح چولھے پر
رکھی ہانڈی پکا کرتی ہے۔"

دوزخیوں کو کھانے پینے کے لئے جو کچھ دیا جائے گا اُس کا کچھ ذکر ابھی ابھی

قرآن شریف کی آیتوں میں گزر چکا ہے ـــــــ اِس سلسلہ میں دو حدیثیں بھی سُن لیجئے ـــــــ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ـــــ

"جہنمیوں کو جو بدبُودار پیپ (غساق) پینی پڑے گی، اگر اُس کا ایک ڈول بھر کے دنیا میں بہا دیا جائے، تو ساری دنیا اُس کی بدبُو سے بھر جائے"

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس زقّوم کا ذکر کرتے ہوئے جو دوزخیوں کو کھانا ہوگا ارشاد فرمایا:ـــــ

"اگر زقّوم کا ایک قطرہ اِس دنیا میں ٹپک جائے تو ساری دُنیا میں جو کھانے پینے کی چیزیں ہیں سب خراب ہو جائیں پھر سوچو کہ اُس پر کیا گزرے گی جس کو یہی زقّوم کھانا پڑے گا"

اے اللہ! تو ہم کو اور سب ایمان والوں کو دوزخ کے ہر چھوٹے بڑے عذاب سے اپنی پناہ میں رکھ۔

بھائیو! برزخ اور قیامت اور دوزخ اور جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ پاک نے اور اُس کے رسُول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ ہم کو بتلایا ہے (جس میں سے کچھ یہاں ان دو سبقوں میں ہم نے ذکر کیا ہے) اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے۔ قسم اللہ پاک کی یہ سب بالکل اسی طرح ہیں، اور مرنے کے بعد ہم ان سب چیزوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

قرآن و حدیث میں قیامت اور جنّت و دوزخ کا ذکر اتنی تفصیل سے اور سیکڑوں بار اسی لئے کیا گیا ہے کہ ہم دوزخ کے عذاب سے بچنے کی اور جنّت حاصل کرنے کی کوشش سے غافل نہ ہوں۔

بھائیو! یہ دنیا چند روزہ ہے ایک نہ ایک دن ہم سب کو یقیناً مرنا ہے، اور قیامت یقیناً آنے والی ہے، اور ہم سب کو اپنے اعمال کا حساب دینے کے لئے اللہ کے سامنے یقیناً کھڑا ہونا ہے، اور پھر اس کے بعد ہمارا مستقل اور دائمی ٹھکانا یا جنّت میں ہوگا یا دوزخ میں۔

ابھی وقت ہے کہ پچھلے گناہوں سے توبہ کرکے اور آئندہ کے لئے اپنی زندگی کو درست کرکے دوزخ سے بچنے کی اور جنّت حاصل کرنے کی فکر اور کوشش کریں۔

اگر خدانخواستہ زندگی یوں ہی غفلت میں گزرگئی، تو مرنے کے بعد حسرت اور دوزخ کے عذاب کے سوا کچھ حاصل نہ ہوسکے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ، وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ۔

۱۷

سترھواں سبق

ذکرُ اللہ

چونکہ اسلام کی تعلیم اور اس کا مطالبہ یہ ہے (بلکہ کہنا چاہئے کہ اسلام درحقیقت نام ہی اس کا ہے) کہ اللہ کے بندے اپنی پوری زندگی احکامِ آلہی کے ماتحت گزاریں اور ہر حال اور ہر معاملہ میں وہ اللہ کی فرمانبرداری کریں، اور چونکہ یہ بات کامل طور پر جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ بندہ کو ہر وقت اللہ کا خیال رہے، اور اُس کے دل میں اللہ کی عظمت و محبت پوری طرح بیٹھ جائے، اس لئے اسلام کی ایک خاص تعلیم یہ ہے کہ بندے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کریں[1] اور اُس کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا سے اپنی زبانیں تر رکھیں، دل میں اللہ کی محبت و عظمت پیدا کرنے کا یہ ایک خاص ذریعہ اور آزمودہ نسخہ ہے ـــــــ یہ ایک فطری بات ہے کہ آدمی جس کسی کی عظمت و کمال کے خیال میں ہر وقت ڈوبا رہے اور جس کے حُسن و جمال کے گیت دن رات گاتا رہے گا اُس کے دل میں اُسکی محبت و عظمت ضرور پیدا ہو جائے گی اور برابر ترقی کرتی رہے گی۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ ذکر کی کثرت عشق و محبت کے چراغ کو

---

[1] واضح رہے کہ ذکر اللہ بذات خود بھی مقصود اور قرب الٰہی کا خاص وسیلہ ہے ۱۲۔

روشن بھی کرتی ہے اور اُس کے شعلے کو بھڑکاتی بھی ہے، اور یہی حقیقت ہے کہ کامل اطاعت و بندگی کی وہ زندگی جس کا نام اسلام ہے وہ صرف محبت ہی سے پیدا ہو سکتی ہے، صرف محبت ہی وہ چیز ہے جو محبِ صادق کو محبوب کا کامل مطیع اور فرمانبردار بنا دیتی ہے ــــــ ع

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن

اِس لئے قرآنِ پاک میں اللہ کے ذکر کی کثرت کی بڑی سخت تاکید فرمائی گئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں ــــ مثلاً سورۂ احزاب میں ارشاد ہے :ــــ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ (احزاب - ع ۶)	اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو بہت ذکر، اور اُس کی پاکی بیان کرو صبح و شام

اور سُورۂ جمعہ میں ارشاد ہوا ہے :ــــــ

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (سُورۂ جمعہ - ع ۲)	اور ذکر کرو اللہ کا بہت، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

خاص کر دو چیزیں ایسی ہیں جن میں مشغول اور منہمک ہو کر یا اُن کے نشہ میں مست ہو کر آدمی اللہ کو بھول جاتا ہے۔

ایک مال و دولت ــــــ اور

دوسرے بیوی بچے۔

اِس لئے ان دونوں چیزوں کا نام لے کر صراحۃً مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔

سورۂ منافقون میں ارشاد ہے: ——

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝

اے ایمان والو! تمھیں تمھارے مال اور تمھاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو ایسا کریں گے وہی ٹوٹے اور گھاٹے میں رہنے والے ہوں گے۔

اسلام میں پانچ وقت نماز فرض ہے اور وہ بلا شبہ اللہ کا ذکر ہے، بلکہ اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے، لیکن کسی ایمان والے کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ صرف نماز کے ذکر کو کافی سمجھے اور نماز کے باہر اللہ کے ذکر اور اُسکی یاد سے بالکل بے فکر و غافل رہے،[ا] بلکہ اسلام کا صاف حکم یہ ہے کہ نماز کے علاوہ بھی تم جس حال میں ہو اللہ سے غافل نہ رہو —— سورۂ نساء میں ارشاد ہے: ——

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ ۚ

اور جب تم پڑھ چکو نماز، تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے۔

حتیٰ کہ جو لوگ راہِ خدا میں جہاد کے لئے نکلے ہوتے ہوں انھیں بھی تاکید کے ساتھ حکم ہے کہ وہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں، بلکہ کثرت سے اُس کا ذکر کریں۔ سورۂ انفال میں ارشاد ہے: ——

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ

اے ایمان والو! جب تمھارا مقابلہ ہو کسی

[ا] اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جسطرح اپنے مقرر وقت پر نماز فرض ہے اُسی طرح ہر وقت اللہ کی یاد میں رہنا بھی فرض ہے، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ مومن کو اللہ سے غافل نہ رہنا چاہیے ۱۲

فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ — فوج سے، تو مضبوطی سے جم جاؤ، اور اللہ کو
كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ — بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب بامراد ہو جاؤ۔

اِس آیت سے بھی معلوم ہوا، اور اوپر سُورۂ جمعہ کی جو آیت نقل ہو چکی ہے (وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ) اُس سے بھی معلوم ہوا تھا کہ ایمان والوں کی فلاح و کامیابی میں ذکر اللہ کی کثرت کو خاص دخل ہے۔ اور سُورۂ منافقون کی جو آیت اوپر نقل ہوئی اُس سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کے ذکر سے غافل رہنے والے نامراد اور خسارے میں رہنے والے ہیں۔ اور سُورۂ رعد کی ایک آیت میں اللہ کے ذکر کی ایک خاصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سے چین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے ——— ارشاد ہے:———

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ — یاد رکھو، اللہ کے ذکر ہی سے چین پاتے ہیں دل (یعنی ایمان والی روحیں)

قرآن مجید کی اِن آیتوں کے بعد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی سُن لیجئے ——— ایک حدیث میں ہے:———

"رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قیامت کے دن کون لوگ اللہ کے بندوں میں سے زیادہ اونچے درجوں پر ہوں گے؟ ——— آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر کرنے والے خواہ مرد ہوں یا عورتیں"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

"اللہ کو یاد کرنیوالے کی مثال، اور یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مُردہ کی سی ہے (یعنی یاد کرنے والا زندہ ہے، اور نہ یاد کرنے والا مُردہ، بلکہ مُردار ہے)"

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ :۔

"ہر چیز کے لئے کوئی صیقل ہوتا ہے، اور دلوں کا صیقل اللہ کا ذکر ہے، اور اللہ کے عذاب سے نجات دلانے میں کوئی چیز بھی اللہ کے ذکر سے زیادہ مؤثر نہیں"

ذکر کی حقیقت :۔

یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ ذکر کی اصل حقیقت یہ ہے کہ آدمی اللہ سے غافل نہ ہو، وہ جس حال اور جس مشغلہ میں ہو اُس کو اللہ کا اور اس کے احکام کا خیال ہو، اس کے لئے اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں وہ زبان سے بھی ذکر کرے، لیکن یہ واقعہ ہے کہ اللہ کے جن بندوں کا یہ حال ہوتا ہے اُن کی زبانیں بھی ذکر اللہ سے تر رہتی ہیں، اور یہ حال (کہ ہر وقت اللہ کا اور اُسکے حکموں کا خیال رہے اور غفلت نہ ہونے پائے) عموماً انھیں بندگانِ خدا کا ہوتا ہے جو زبانی ذکر کی کثرت کے ذریعہ دل و دماغ میں یاد

اور دھیان کی مستقل کیفیت پیدا کرلیتے ہیں اور اللہ سے اپنے قلبی تعلق کو بڑھاتے ہیں، اِس لئے ذکر لسانی (یعنی زبانی ذکر) کی کثرت بہرحال ضروری ہے، اس زمانہ کے بعض پڑھے لکھے لوگوں کو یہ سخت غلط فہمی ہے کہ وہ زبان سے اللہ کے ذکر کی کثرت کو ایک بے فائدہ عمل سمجھتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں صراحۃً اس کا حکم ہے، اور حضورؐ نے اسکی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں ——

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ: ——

"ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا۔ یارسول اللہ! اسلام کے احکام بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتا دیجئے جسے میں مضبوطی سے پکڑ لوں؟ ——

حضورؐ نے فرمایا:۔ لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِكْرِ اللهِ

(تمھاری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہا کرے)

ایک حدیث قدسی میں ہے، جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ: ——

"حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے، اور میرے ذکر سے اُس کے ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے تو میں اُسکے ساتھ ہوتا ہوں"!

رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تعلیم فرمائے ہوئے

خاص خاص اذکار

جو آیتیں اور حدیثیں اب تک مذکور ہوئیں اُن سے اللہ کے ذکر کی اہمیت اور فضیلت معلوم ہو چکی، اور اوپر یہ بھی بتلایا جا چکا ہے کہ اللہ کے ذکر کی کثرت سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے۔ اب ہم کو اور آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کئے ہوئے اور پسند فرمائے ہوئے ذکر کے خاص خاص کلمے معلوم کر لینا چاہئیں۔

افضلُ الذکر ——— حضرت جابرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:—

"سب ذکروں میں افضل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر ہے"

ایک دوسری حدیث میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:—

"جب کوئی بندہ دل کے پورے اخلاص سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہتا ہے، تو اس کلمہ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ سیدھا عرش تک پہونچتا ہے بشرطیکہ وہ بندہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرے"

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ۔

"ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا

مجھے کوئی چیز بتلائی جائے جس کے ذریعہ میں آپکا ذکر کیا کروں
اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے
ذریعہ میرا ذکر کیا کرو۔ حضرت موسیٰ ؑ نے عرض کیا کہ:- یہ ذکر تو
سب ہی کرتے ہیں، میں کوئی خاص کلمہ معلوم کرنا چاہتا ہوں
ارشاد ہوا کہ:- اے موسیٰ ؑ! اگر ساتوں آسمان اور سب آسمانی
مخلوق اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں
اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے میں تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
والا پلڑا ہی جھک جائے گا۔

درحقیقت لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شان ایسی ہی ہے، مگر لوگ اس کو صرف
ایک ہلکا سا لفظ سمجھتے ہیں۔ اس عاجز نے اللہ کے ایک مخلص اور صادق
بندے سے سُنا، ایک خاص حالت میں اس ناچیز ہی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:-

"اگر کوئی شخص جس کے قبضے میں دنیا کے خزانے ہوں، مجھ سے
یہ کہے کہ یہ سارے خزانے تم لے لو، اور اپنا کہا ہوا ایک دفعہ کا
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اس کے بدلے میں دے دو، تو یہ فقیر
اس پر راضی نہ ہوگا۔"

کوئی ناواقف شاید اس کو مبالغہ آمیز دعویٰ سمجھے، لیکن سچی بات یہ ہے کہ:-
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی اللہ کے نزدیک جو عظمت اور جو قدر و قیمت ہے، اگر اللہ تعالیٰ
اپنے کسی بندے کو اسکا سچا یقین نصیب فرما دیں۔ تو اسکا حال یہی ہو گا کہ وہ ساری
دنیا کے خزانوں کے بدلے میں ایک دفعہ کا بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دینے پر راضی نہ ہوگا۔

کلمۂ تمجید ——— حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب باتوں میں افضل بات اور سب کلموں میں افضل کلمے یہ چار ہیں:- سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ"

اور حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"یہ کلمہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے اس پوری دنیا سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج نکلتا ہے"

درحقیقت یہ کلمہ بہت ہی جامع کلمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا و صفت کے سب پہلو اس میں آجاتے ہیں۔ بعض حدیثوں میں اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے بعد لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی آیا ہے ——— ہمارے ایک مخدوم بزرگ اِس کلمہ کی مختصر تشریح یوں فرمایا کرتے تھے کہ:———

"سُبْحَانَ اللّٰہِ" پاک ہے اللہ ہر عیب اور ہر نقص سے، اور اُن تمام چیزوں سے جو اُس کی شان کے مناسب نہیں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ" اور ساری خوبیاں اور کمال کی سب صفتیں اس میں موجود ہیں، لہٰذا سب تعریفیں اسی کیلئے ہیں (الحمد للہ) اور جب اُس کی شان یہ ہے کہ ہر نامناسب بات سے وہ پاک ہے اور خوبیاں اور کمالات سب اُس میں موجود ہیں تو پھر وہی ہمارا معبود و مطلوب ہے ———

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" ہم اُس کے اور بس اُسی کے عاجز اور ناچیز بندے ہیں، اور وہ بہت ہی بڑا ہے ——

"اَللّٰهُ اَکْبَرُ" ہم کسی طرح اُس کی بندگی کا حق ادا نہیں کرسکتے، اور اُس کی عالی بارگاہ تک ہماری رسائی نہیں ہوسکتی مگر یہ کہ وہی ہماری مدد فرمائے۔"

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

تسبیحاتِ فاطمہ رضؓ:

مشہور حدیث ہے کہ:

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کا کُل کام کاج خود کرتی تھیں، حتیٰ کہ خود ہی پانی بھر کر لاتی تھیں اور خود ہی چکی پیستی تھیں۔ ایک دفعہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کاموں کے لئے انھیں کوئی خادم دے دیا جائے، تو حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ: میں تمھیں خادم سے اچھی چیز بتلاتا ہوں، اور وہ یہ ہے کہ تم ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور ۳۴ دفعہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو۔ یہ تمہارے لئے خادم سے بدرجہا بہتر ہے۔"

ایک دوسری حدیث میں ان کلمات کی فضیلت اور خاصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ:-

"جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰهِ، ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۳۳ دفعہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھا کرے، اور آخر میں

ایک دفعہ یہ کلمہ پڑھ لیا کرے :۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ تو اُس کی سب خطائیں معاف ہو جائیں گی، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں"۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ :۔۔۔۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔۔۔۔

"جو شخص صبح شام سَو سَو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھ لیا کرے، تو قیامت میں کوئی شخص اس سے زیادہ ثواب کا سامان لے کر نہیں آئے گا سوائے اُس کے جس نے یہی عمل کیا ہو یا اس سے بھی زیادہ کیا ہو"۔

اور حضرت ابوہریرہؓ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔۔۔۔

"دو کلمے ہیں زبان پر بڑے ہلکے، میزانِ عمل میں بہت بھاری اور اللہ کو بہت پیارے :۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ"۔

اگرچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر اللہ کے اور بھی بہت سے کلمے مروی ہیں، لیکن ہم نے جو چند کلمے اوپر نقل کئے ہیں اگر اللہ کا کوئی بندہ اُن ہی کو یا اُن میں سے بعض ہی کو اپنا وِرد بنا لے تو کافی ہے۔

ذکر کے سلسلہ میں ایک بات اور بھی خاص طور سے قابل لحاظ ہے، اور وہ یہ

کہ جہاں تک آخرت کے اجر و ثواب کا تعلق ہے اُس کیلئے کوئی خاص قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے اللہ کے جو بندے ذکر کا جو کلمہ بھی اخلاص سے اور ثواب کی نیت سے جس وقت اور جس مقدار میں پڑھیں گے انشاء اللہ وہ اس کے پورے اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ لیکن حضراتِ مشائخ دل میں کسی خاص کیفیت کے پیدا کرنے کے لئے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت بڑھانے کیلئے یا دل میں حضوری اور بیداری کی کیفیت پیدا کرنے کے لئے یا خاص روحانی اور قلبی مرض کے علاج کے لئے خاص خاص طریقوں سے جو ذکر بتلاتے ہیں اُس میں اس تعداد اور طریقے کی پابندی ضروری ہے جو وہ بتلائیں، کیونکہ جس مقصد سے وہ ذکر کیا جاتا ہے وہ اُسی طریقے سے حاصل ہوتا ہے، اس کی موٹی سی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف ثواب حاصل کرنے کے لئے اَلْحَمْدُ شریف یا قرآن شریف کی کسی اور سورت کی تلاوت کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ایک دفعہ صبح کو تلاوت کرلے ایک دفعہ دوپہر کو، ایک دفعہ ظہر کے وقت اور ایک دفعہ شام کو، اور اسی طرح دو چار دفعہ رات میں، لیکن اگر وہ اس سورت کو حفظ بھی کرنا چاہتا ہے تو اس کو مسلسل بلا کسی وقفہ کے بیسوں دفعہ ایک ہی نشست میں پڑھنا پڑے گا، اسکے بغیر وہ یاد نہیں کرسکے گا۔ بس یہی فرق ہے اس عام ذکر میں جو ثواب کیلئے کیا جاتا ہے اور اُس خاص ذکر میں جو حضراتِ مشائخ اہلِ سلوک کے لئے بطور علاج اور تدبیر کے تجویز کرتے ہیں۔

بہت سے لوگوں کو ذکر کی ان قسموں کا فرق معلوم نہ ہونے کی وجہ سے علمی اور عملی الجھنیں ہوتی ہیں اس لئے یہ مختصر بات یہاں عرض کردی گئی۔

قرآنِ پاک کی تلاوت[1]

قرآن مجید کی تلاوت بھی اللہ کا ذکر ہے، بلکہ اعلیٰ درجہ کا ذکر ہے۔

ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ——

---

[1] آجکل کے بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات کا خیال ہے، اور وہ بڑے زور سے اسکی اشاعت کرتے ہیں کہ معنی مفہوم سمجھے بغیر قرآن شریف کی تلاوت بالکل فضول ہے۔ یہ بچارے شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح قانون یا اخلاق کی دوسری کتابیں ہوتی ہیں اُسی طرح کی ایک کتاب قرآن شریف بھی ہے اور جیسے کسی قانونی یا اخلاقی کتاب کو اُسکے نہ سمجھنے والے کا پڑھنا بالکل فضول اور لایعنی فعل ہے، اسی طرح ان لوگوں کا تلاوت کرنا بھی ایک فعلِ عبث ہے جو قرآن کے معنی نہیں سمجھتے۔ حالانکہ دوسری کتابوں سے مختلف اللہ کی اس مقدس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اللہ پاک کی کتاب ہے، اسلئے ادب اور عظمت کے ساتھ اسکی صرف تلاوت بھی اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت و عبدیت کے تعلق کو ظاہر کرنیوالا ایک عمل ہے، اسلئے یہ ایک مستقل عبادت ہے۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت کا مقصد صرف سمجھنا ہی ہوتا تو ایک ایک نماز میں چار چار دفعہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم نہ ہوتا کیونکہ معنی اور مطلب سمجھنے کیلئے تو ایک دفعہ کی تلاوت کافی ہوتی۔ اسطرح کی غلط فہمیاں دراصل اُن لوگوں کو ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو دنیا کے حاکموں کیطرح کا بس ایک حاکم سمجھتے ہیں اور اسکی شانِ محبوبیت و معبودیت سے ناآشنا ہیں، یا یوں سمجھئے کہ جنھوں نے صرف دماغ سے خدا کو جانا اور مانا ہے، اور دل سے ماننا ابھی انھیں پوری طرح حاصل نہیں ہوا ہے۔ اسکے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ قرآن کا جو اصل مقصد ہے یعنی ہدایت و نصیحت، وہ سمجھنے ہی پر موقوف ہے، اسلئے اسکو سمجھنا اور تدبر و تفکر کے ساتھ اسکی تلاوت کرنا یہ سعادت کا اعلیٰ درجہ اور اونچا مقام ہے، یہی اس مسئلہ میں نقطۂ اعتدال اور قولِ حق ہے۔

وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ!

اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت دوسرے کلاموں کے مقابلے میں

ایسی ہے جیسی اللہ کی فضیلت اُس کی مخلوق پر"

ایک دوسری حدیث میں ہے، جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے تو اُس کے لئے ایک

نیکی ہے اور اُس ایک نیکی کا اَجر دس نیکیوں کے برابر ہے۔

پھر فرمایا:۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ (الٓمٓ) ایک حرف ہے،

بلکہ اس کا الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف ہے،

اور میم تیسرا حرف ہے"

ایک اور حدیث میں ہے، جو حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوگو! قرآن پڑھا کرو، قیامت کے دن قرآن اُن لوگوں

کی شفاعت کریگا جو قرآن والے ہوں گے"

ذکر کے متعلق چند آخری باتیں!

(۱)

ذکر کرتے کرتے جن اللہ کے بندوں کے دل میں ذکر بس گیا ہے اور انکی زندگی کا جز بن گیا ہے، اُنھیں تو ذکر کے لئے کسی خاص پابندی اور اہتمام کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن ہم جیسے عوام اگر ذکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق بڑھانا اور ذکر کے برکات وثمرات حاصل کرنا چاہیں تو اُن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے حالات کے لحاظ سے ذکر کی کچھ تعداد اور اس کا وقت مقرر کریں اور بہتر یہ ہے کہ کلماتِ ذکر کے انتخاب میں کسی صاحبِ ذکر سے مشورہ لیں، یا مذکورۂ بالا کلماتِ ذکر میں جس ذکر سے اپنی طبیعت کو زیادہ مناسبت ہو اُس کو مقرر کریں۔ اِسی طرح قرآن شریف کی تلاوت کیلئے بھی وقت مقرر کریں۔

(۲)

جہاں تک ممکن ہو جس کلمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اُسکے معنیٰ کا بھی دھیان رکھا جائے اور اللہ کی عظمت اور محبت کے شعور کے ساتھ ذکر کیا جائے، اور اس پر یقین رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے پاس اور میرے ساتھ ہیں اور میرے ہر لفظ کو سُن رہے ہیں۔

(۳)

ذکر کے لئے وضو شرط نہیں ہے، اِس لئے وضو نہ ہونے کی حالت میں

بھی بے تکلف ذکر کیا جا سکتا ہے، انشاء اللہ جس ثواب کا وعدہ ہے وہ پورا پورا ملے گا، لیکن وضو کے ساتھ ذکر کی تاثیر اور نورانیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

④

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ذکر کے تمام کلمات میں کلمۂ تمجید (تیسرا کلمہ) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ بہت جامع ہے، اگر اس کو اپنا ورد بنا لیا جائے تو اس میں سب کچھ ہے اور اپنے اکثر بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ عام طالبین کو مستقل ورد کیلئے یہی کلمہ اور اسکے ساتھ استغفار اور درود شریف بتلاتے ہیں (استغفار اور درود شریف کا بیان ابھی ایک سبق کے بعد آرہا ہے)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ اُسکے ذکر سے ہمارے قلوب معمور اور ہماری زبانیں تر رہیں اور اُس کے انوار و آثار اور برکات و ثمرات ہمیں نصیب ہوں ؎

ہمارا شغل ہو راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہو محوِ خیالِ یار ہو جانا

———

اٹھارواں سبق

"دُعا"

جب یہ بات یقینی ہے اور مانی ہوئی ہے کہ اس دنیا کا سارا کارخانہ اللہ ہی کے حکم سے چل رہا ہے اور سب کچھ اسی کے قبضہ اور قدرت میں ہے تو ہر چھوٹی بڑی ضرورت میں اللہ سے دُعا کرنا بالکل فطری بات ہے، اسی لئے ہر مذہب کے ماننے والے اپنی ضرورتوں میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں۔

لیکن اسلام میں اس کی خاص طور سے تعلیم اور تاکید فرمائی گئی ہے۔

قرآن شریف میں ایک جگہ ارشاد ہے:۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

اور فرمایا تمہارے پروردگار نے کہ مجھ سے دُعا کرو، میں قبول کروں گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ

کہدو کیا پروا تمہاری میرے رب کو اگر نہ ہوں تمہاری دُعائیں۔

پھر دُعا کے حکم کے ساتھ یہ بھی اطمینان دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت قریب ہے، وہ ان کی دُعاؤں کو سُنتا اور قبول کرتا ہے۔

ارشاد ہے:۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ

اور اے رسُول! جب تم سے میرے بندے

عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط — میرے متعلق پوچھیں تو (انھیں بتادو) کہ
اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ — میں اُن سے قریب ہوں، پکارنے والا
اِذَا دَعَانِ ۞ — جب مجھے پکارے تو میں اسکی پکار سنتا ہوں۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ بھی تبلایا ہے، کہ اپنی ضرورتوں کو اللہ تعالیٰ سے مانگنا اور دُعا کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے، بلکہ عبادت کی رُوح اور اس کا مغز ہے ———— چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ: ————

"دُعا عبادت ہے" (اور ایک روایت میں ہے کہ دُعا عبادت کا مغز اور جوہر ہے)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اللہ کے یہاں دُعا سے زیادہ کسی چیز کا درجہ نہیں"

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ اُس شخص سے ناراض ہوتا ہے جو اپنی ضرورتیں اُس سے نہ مانگے۔ ———— چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ: ————

"اللہ تعالیٰ اُس بندے پر ناراض ہوتا ہے جو اپنی حاجتیں ضرورتیں اُس سے نہیں مانگتا"

سُبحان اللہ! دنیا میں کوئی آدمی اگر اپنے کسی گہرے دوست سے یا اپنے کسی عزیز قریب سے بھی بار بار اپنی ضرورتوں کا سوال کرے تو وہ اُس سے تنگ آکر خفا ہو جاتا ہے، لیکن اللہ پاک اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ وہ نہ مانگنے پر خفا اور ناراض ہوتا ہے ———— ایک اور حدیث میں ہے کہ:۔

"جس شخص کے لئے دُعا کے دروازے کھُل گئے (یعنی اللہ کی طرف سے جس کو دعا کی توفیق ملی اور اصلی دُعا کرنا جسے نصیب ہو گیا) تو اُس کے لئے اللہ کی رحمت کے دروازے کھُل گئے"۔

بہر حال کسی ضرورت اور مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا جس طرح اس کو حاصل کرنے کی ایک تدبیر ہے اسی طرح وہ ایک اعلیٰ درجے کی عبادت بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ بہت راضی اور خوش ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یہ شان ہر دُعا کی ہے خواہ وہ کسی دینی مقصد کے لئے کی جائے یا کسی دنیاوی ضرورت کے لئے۔ مگر شرط یہ ہے کہ کسی بُرے اور ناجائز کام کے لئے نہ ہو، ناجائز کام کے لئے دُعا کرنا بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ دُعا جس قدر دل کی گہرائی سے اور اپنے کو جس قدر عاجز اور بے بس سمجھ کر اور اللہ کی قدرت اور رحمت کے جتنے یقین کے ساتھ کی جائے گی اسی قدر اُس کے قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہو گی۔ جو دُعا دل سے نہ کی جائے بلکہ رسمی طور پر صرف زبان سے کیجائے، وہ دراصل دُعا ہی نہیں ہوتی — حدیث شریف میں ہے کہ:—

"اللہ تعالیٰ وہ دُعا قبول نہیں کرتا جو دل کی غفلت کے ساتھ کی جائے"

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر وقت کی دُعا سنتا ہے لیکن حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے

کہ بعض خاص وقتوں میں دُعا زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ مثلاً فرض نمازوں کے بعد اور رات کے آخری حصے میں یا روزہ کے افطار کے وقت، یا ایسے ہی کسی اور نیک کام کے بعد، یا سفر کی حالت میں خاصکر جب سفر دین کے لئے اور اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ دعا کے قبول ہونے کے لئے آدمی کا ولی ہونا یا متقی ہونا شرط نہیں ہے، اگرچہ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ کے نیک اور مقبول بندوں کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے کہ عام لوگوں اور گنہگاروں کی دُعائیں سُنی ہی نہ جاتی ہوں، اِس لئے کسی کو یہ خیال کرکے دُعا چھوڑنی نہ چاہیئے کہ ہم گنہگاروں کی دعا سے کیا ہوگا ـــــ اللہ رحیم و کریم جسطرح اپنے گنہگار بندوں کو کھلاتا پلاتا ہے اُسی طرح ان کی دعائیں بھی سنتا ہے، اسلئے اللہ سے دعا سب کو کرنا چاہیئے ـــــ ابھی بتلایا جا چکا ہے کہ دعا مستقل عبادت بھی ہے، اِس لئے دعا کرنے والے کو ثواب تو بہرحال ملے گا۔

اور اگر چند دفعہ دعا کرنے سے مقصد حاصل نہ ہو تو بھی مایوس اور ناامید ہو کر دعا چھوڑ نہ دینا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری خواہش کا پابند نہیں ہے، کبھی کبھی اس کی حکمت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ دعا دیر سے قبول کی جائے اور بندے کی بہتری بھی اسی میں ہوتی ہے، لیکن بندہ اپنی نادانی کی وجہ سے اسکو جانتا نہیں، اس لئے جلدبازی کرتا ہے اور مایوس ہو کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے ـــــ

الغرض بندے کو چاہیئے کہ اپنی ضروریات اور اپنے مقاصد کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہی رہے، معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کس دن اور کس گھڑی سُن لے ـــــ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کے متعلق ایک بات یہ بھی تبلائی ہے کہ :-

"دعا ضائع اور بیکار کبھی نہیں جاتی، لیکن اُس کے قبول ہونے کی صورتیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بندہ جس چیز کی دعا کرتا ہے اُس کو وہی مل جاتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو وہ چیز دینا بہتر نہیں سمجھتے، اِس لئے وہ تو ملتی نہیں، لیکن اُس کے بجائے کوئی اور نعمت اسکو دے دی جاتی ہے، یا کوئی آنے والی بلا اور مصیبت ٹال دی جاتی ہے، یا اس دعا کو اُس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیا جاتا ہے (لیکن چونکہ بندے کو اس راز کی خبر نہیں ہوتی، اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ میری دعا بیکار گئی) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا دیتا ہے، یعنی بندہ جس مقصد کیلئے دعا کرتا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس کو نہیں دیتا لیکن اس کی اس دعا کے بدلہ آخرت کا بہت بڑا ثواب اس کے لئے لکھدیا جاتا ہے۔"

ایک حدیث میں ہے کہ :

"بعض لوگ جن کی بہت سی دعائیں دنیا میں قبول نہیں ہوئی تھیں، جب آخرت میں پہونچ کر اپنی اُن دعاؤں کے بدلے میں ملے ہوئے ثواب اور نعمتوں کے ذخیرے دیکھیں گے تو حسرت سے کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی دعا بھی قبول نہ ہوئی

ہوتی، اور سب کا بدلہ ہمیں یہیں ملتا۔"

بہر حال اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے ہر بندے کو اللہ کی قدرت اور اس کی شان کریمی پر پورا یقین رکھتے ہوئے قبولیت کی پوری امید اور بھروسہ کے ساتھ اپنی ہر ضرورت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے، اور بالکل یقین رکھنا چاہیے کہ دعا ہرگز ضائع نہیں جائے گی۔

جہاں تک بن پڑے دعا ایسے اچھے الفاظ میں کرنی چاہیے جن سے اپنی عاجزی و بیچارگی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی ظاہر ہو ——— قرآن شریف میں ہمیں بہت سی دعائیں تبلائی گئی ہیں، اور ان کے علاوہ حدیثوں میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیکڑوں دعائیں آئی ہیں، سب سے اچھی دعائیں قرآن و حدیث کی یہی دعائیں ہیں ——— ان میں سے چالیس مختصر اور جامع دعائیں اِس کتاب کے آخر میں بھی درج ہیں۔

انیسواں سبق

درود شریف

درود شریف بھی دراصل ایک دعا ہے، جو ہم بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں —— یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ احسان ہم پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے آپ نے سخت سے سخت مصیبتیں اٹھا کے اللہ کی ہدایت ہم بندوں تک پہونچائی، اگر آپ اللہ کے راستے میں یہ تکلیفیں نہ اٹھاتے، تو دین کی روشنی ہم تک نہ پہونچ سکتی اور ہم کفر و شرک کے اندھیرے میں پڑے رہ جاتے، اور مرنے کے بعد ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جاتے۔

الغرض دین اور ایمان کی دولت چونکہ اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور یہ ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ملی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعد حضورؐ ہی ہمارے سب سے بڑے محسن ہیں —— ہم آپ کے اِس احسان کا کوئی بدلہ نہیں دے سکتے بس زیادہ سے زیادہ جو کچھ ہم کرسکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے دعا کریں، اور اس طرح اپنی نیازمندی اور شکر گزاری کا ثبوت دیں۔

ہماری طرف سے حضورؐ کی شان کے لائق دعا یہی ہوسکتی ہے کہ:۔
"اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی خاص رحمتوں اور برکتوں سے نوازے، اور آپ کے درجے زیادہ سے زیادہ بلند کرے"۔ —— بس اسی قسم کی دُعا کو "درود" کہتے ہیں،

قرآن شریف میں بڑی صراحت کے ساتھ اور بڑے عجیب انداز میں
ہم کو اس کا حکم دیا گیا ہے ——— ارشاد ہے: ———

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ	اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں
عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	نبیؐ پر۔ اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا	اور سلام عرض کرو۔

اِس آیت میں پہلے تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کا خود اعزاز و اکرام کرتا ہے اور ان پر رحمت و شفقت فرماتا ہے اور اس کے فرشتوں کا بھی برتاؤ آپ کے ساتھ یہی ہے، کہ وہ آپ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے رحمت کی درخواست کرتے رہتے ہیں۔ اسکے بعد ہم ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم بھی اُن کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمتیں نازل کرنے کی استدعا کرو اور ان پر سلام بھیجو، گویا حکم دینے سے پہلے ہی ہم کو بتلایا گیا ہے کہ جس کام کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو خصوصیت سے محبوب ہے اور فرشتوں کا خاص شغلہ ہے۔ یہ معلوم ہونے کے بعد کون مسلمان ہوگا جو اس کو اپنا وظیفہ نہ بنائے۔

درود شریف کے فضائل میں بہت سی حدیثیں کہی آئی ہیں، جن میں سے دو چار یہاں بھی درج کی جاتی ہیں ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مشہور حدیث ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: ———

"جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے، اللہ تعالیٰ اُس پر دس دفعہ رحمتیں نازل کرتا ہے۔"

ایک اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ :۔

اُسکی دسؔ خطائیں بھی معاف کی جاتی ہیں، اور دسؔ درجے بھی بلند کر دئے جاتے ہیں۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا :۔

"اللہ کے بہت سے فرشتے ہیں جن کا خاص کام یہی ہے کہ وہ زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میرا جو امتی مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے وہ اُس کو مجھ تک پہونچاتے ہیں۔"

سُبحان اللہ! کتنی بڑی دولت ہے کہ ہمارا صلوٰۃ و سلام فرشتوں کے ذریعہ حضورؐ کو پہونچتا ہے اور اِس بہانے ہمارا ذکر وہاں ہو جاتا ہے۔ ع

کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ :۔

"قیامت میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب آدمی وہ ہوگا جو مجھ پر درود زیادہ بھیجتا ہوگا۔"

ایک اور حدیث میں ہے، حضورؐ نے فرمایا :۔

"وہ شخص بڑا بخیل ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ اُس وقت بھی مجھ پر درود نہ بھیجے۔"

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ :۔

"اُس شخص کی ناک خاک آلود ہو (یعنی وہ ذلیل ہو) جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔"

بہرحال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ہم پر حضورؐ کا بہت بڑا حق ہے اور ہماری اعلیٰ درجے کی سعادت اور نیک بختی ہے اور دنیا و آخرت میں ہمارے لئے بیشمار رحمتوں اور برکتوں کا ذریعہ ہے۔

درود کے الفاظ : ـــــ

بعض صحابہؓ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ : "ہم حضورؐ پر درود کس طرح بھیجیں ؟" تو حضورؐ نے ان کو "درود ابراھیمیؑ" تعلیم فرمایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کتاب کے دوسرے سبق میں نماز کے بیان میں گزر بھی چکا ہے۔

اُسی کے قریب قریب اور اس سے کچھ مختصر لیک اور درود شریف بھی حضورؐ نے تعلیم فرمایا ہے، اُس کے الفاظ حدیث میں یہ ہیں : ـــــ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ ن	اے میرے اللہ! نبی اُمّی حضرت محمدؐ پر
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ	اور آپکی ازواجِ مطہرات امہات المؤمنین پر
اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور آپ کی نسل اور آپ کے گھر والوں پر
وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ	رحمتیں نازل کر، جیسے کہ تونے رحمتیں نازل
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ	کیں حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے پر تو لائق
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ	حمد ہے، صاحب مجد ہے۔

جب بھی ہم حضورؐ کا نام نامی لیں اور آپ کا ذکر کریں یا دوسرے سے سُنیں، تو آپ پر درود شریف ضرور پڑھنا چاہیئے، اور ایسے موقع کے لئے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کافی ہے۔

درود شریف بطور معمول و وظیفہ :—

بعض خاص ذوق اور ہمت رکھنے والے بندے تو روزانہ کئی کئی ہزار بار درود شریف کا معمول رکھتے ہیں، لیکن ہم جیسے کم ہمت اگر صبح شام ادب اور محبت کے ساتھ صرف سو سو مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کریں، تو انشاء اللہ اتنا کچھ پائیں گے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اُن کے حال پر ایسی شفقتیں ہوں گی کہ اِس دنیا میں ان کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔

جو حضرات

مختصر درود شریف پڑھنا چاہیں، وہ یہ مختصر درود

یاد کریں!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ ؕ

اے اللہ! نبیِ اُمّی حضرت محمدؐ پر اور اُنکے گھر والوں پر رحمتیں نازل فرما۔

بیسواں سبق

توبہ و استغفار

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسُولوں کو اس واسطے بھیجا اور اپنی کتابیں اِس لئے نازل فرمائیں کہ انسانوں کو اپنا بُرا بھلا اور گناہ ثواب سب معلوم ہو جائے اور وہ بُری باتوں اور گناہ کے کاموں سے بچیں اور نیکی اور ثواب کے راستہ پر چل کر اللہ کی رضامندی اور مرنے کے بعد والی زندگی، یعنی آخرت میں نجات حاصل کریں ـــــ تو جن لوگوں نے اللہ کے نبیوں رسُولوں اور اُس کی نازل کی ہوئی کتابوں کو نہیں مانا، اور ایمان نہیں لائے۔ اُن کا معاملہ تو یہ ہے کہ ان کی پوری زندگی گویا بغاوت اور نافرمانی کی زندگی ہے۔ اور اللہ کی اُتاری ہوئی ہدایت سے وہ بالکل بے تعلق ہیں، اس لئے جب تک وہ اُس کے بھیجے ہوئے نبیوں، رسُولوں پر، اور اُس کی نازل کی ہوئی کتابوں پر اور خاصکر اس آخری زمانہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور اُن کی لائی ہوئی خدا کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان نہ لائیں۔ اور اُس کی ہدایت کو تسلیم نہ کریں، وہ اللہ کی رضامندی اور مرنے کے بعد والی زندگی میں فلاح و نجات حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا اور اس کے نبیوں اور اس کی کتابوں کا انکار ایسا جرم نہیں جو قابلِ معافی ہو۔ اللہ کے ہر پیغمبر نے اپنے اپنے زمانے میں اِس بات کا بہت صاف صاف اعلان کیا ہے۔ بہر حال کفر اور شرک والوں کی نجات کے لئے ضروری ہے کہ وہ سب سے پہلے شرک و کفر سے توبہ کریں۔ اور ایمان و توحید کو اپنا

اُصول بنائیں، اس کے بغیر نجات ممکن نہیں۔

لیکن جو لوگ نبیوں، رسُولوں پر ایمان لے آتے ہیں اور اُن کی ہدایت پر چلنے کا اقرار اور ارادہ کرلیتے ہیں وہ بھی کبھی کبھی شیطان کے بہکائے سے، یا اپنے نفس کی بُری خواہش سے گناہ کے کام کر بیٹھتے ہیں، ایسے سب گنہگاروں کیلئے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور استغفار کا دروازہ کُھلا رکھا ہے۔

توبہ و استغفار کا مطلب یہ ہے کہ جب بندے سے اللہ کی نافرمانی اور گناہ کا کوئی کام ہو جائے تو وہ اس پر نادم اور شرمندہ ہو اور آئندہ اُس گناہ سے بچنے کا ارادہ کرے، اور اللہ سے اپنے کئے ہوئے گناہ کی معافی چاہے۔ قرآن و حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ بس اتنا کرنے سے اللہ تعالیٰ اُس بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور اُس کا گناہ معاف کر دیا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ توبہ صرف زبان سے نہیں ہوتی، بلکہ کئے ہوئے گناہ پر دل سے ندامت اور رنج و افسوس ہونا ضروری ہے اور آئندہ پھر کبھی اس گناہ کے نہ کرنے کا ارادہ بھی دل سے ہونا لازمی ہے۔

توبہ کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی آدمی غصہ یا رنج کی حالت میں خودکشی کے ارادہ سے زہر کھالے، اور جب اُس کے اثر سے آنتیں کٹنے لگیں، اور سخت تکلیف ہونے لگے تو اُسے اپنی اس غلطی پر رنج و افسوس ہو اور وہ علاج کے لئے تڑپے، اور حکیم ڈاکٹر جو دوا بتائیں وہی پیئے، اُس وقت اُس کے دل کا فیصلہ قطعاً یہی ہوگا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو آئندہ کبھی ایسی حماقت نہیں کروں گا، بس گناہ سے توبہ کرنے والے کے دل کی کیفیت بھی ایسی ہی ہونی چاہیئے، یعنی اللہ تعالیٰ

کی ناراضی اور آخرت کے عذاب کا خیال کر کے اُس کو اپنے گناہ کرنے پر خوب رنج اور افسوس ہو، اور آئندہ کے لئے اُس وقت اُس کے دل کا یہ فیصلہ ہو کہ اب کبھی ایسا نہیں کروں گا، اور جو ہو چکا اُس کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی دُعا ہو۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی درجے میں یہ بات نصیب فرما دے تو یقین رکھنا چاہئے کہ گناہ کا اثر بالکل مٹ گیا اور اللہ کی رحمت کا دروازہ کُھل گیا —— ایسی توبہ کے بعد گناہگار گناہ کے اثر سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے زیادہ پیارا ہو جاتا ہے، اور کبھی کبھی تو گناہ کے بعد سچّی توبہ کے ذریعہ بندہ اُس درجے پر پہونچ جاتا ہے جس پر سیکڑوں سال کی عبادت و ریاضت سے پہونچنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا یہ سب آیات و احادیث کا مضمون ہے، اب چند آیتیں اور حدیثیں بھی توبہ و استغفار کے متعلق لکھی جاتی ہیں ——

سُورہ تحریم میں ارشاد ہے :——

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا	اے ایمان والو! توبہ کرو اللہ سے سچّی توبہ
اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى	امید ہے کہ تمہارا مالک (اس توبہ کے بعد)
رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ	مٹا دے گا تمہارے گناہ اور داخل
وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ	کردیگا تم کو جنت کے اُن باغیچوں میں جنکے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (تحریم ع ۲)	نیچے نہریں جاری ہیں۔

اور سورۂ مائدہ میں گنہگار خطاکار بندوں کے متعلق ارشاد ہے :——

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَ	وہ اللہ سے توبہ کیوں نہیں کرتے ، اور
یَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ	معافی کیوں نہیں طلب کرتے، اور اللہ تو
رَّحِیْمٌ۔ (سورۂ مائدہ۔ ع ۱۰)	بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ۔

اور سورۂ انعام میں کیسا پیارا ارشاد ہے:۔۔۔۔۔۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ	اور اے نبی! جب تمھارے پاس آویں
بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ	ہمارے وہ بندے جو ایمان رکھتے ہیں
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰی نَفْسِہِ	ہماری آیتوں پر تو تم کہو اُن سے کہ سلام ہو
الرَّحْمَةَ اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ	تم پر، تمھارے رب نے مقرر کیا ہے اپنی
مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ	ذات پر رحمت کرنا۔۔ جو کوئی تم میں سے
تَابَ مِنْۢ بَعْدِہٖ وَاَصْلَحَ	گناہ کا کام کرے نادانی سے، پھر توبہ کرلے
فَاَنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔	اُس کے بعد اور درست کرلے اپنا عمل،
(سورۂ انعام۔ ع ۶)	تو اللہ بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اللہ پاک کی شانِ رحمت کے قربان! انھوں نے توبہ کا دروازہ کھول کے ہم جیسے گنہگاروں کا مسئلہ آسان کر دیا، ورنہ ہمارا کہاں ٹھکانہ تھا۔

ان آیتوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چند حدیثیں بھی سن لیجیے!۔

مسلم شریف میں ایک طویل حدیث قدسی ہے۔ اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ:۔

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں سب گناہ معاف کر سکتا ہوں، لہٰذا تم مجھ سے معافی اور بخشش مانگو، میں تمھیں معاف کر دوں گا۔"

ایک حدیث میں ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ــــ

"اللہ تعالیٰ ہر رات کو اپنی رحمت اور مغفرت کا ہاتھ بڑھاتا ہے کہ دن کے گنہگار توبہ کرلیں، اور ہر دن کو ہاتھ بڑھاتا ہے کہ رات کے گناہ کرنے والے توبہ کرلیں، اور اللہ کا یہ معاملہ اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ قیامت کے قریب سُورج مغرب کی طرف سے نکلے"

ایک حدیث میں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ، ــــ

"اللہ کے ایک بندے نے کوئی گناہ کیا، پھر اللہ سے عرض کیا اے میرے رب! میں نے گناہ کیا مجھے معاف کردے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہوں پر پکڑ بھی سکتا ہے اور معاف بھی کرسکتا ہے میں نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا ــــ پھر جب تک اللہ نے چاہا وہ گناہ سے رُکا رہا، اور پھر کسی وقت گناہ کر بیٹھا، اور پھر اللہ سے عرض کیا۔ میرے مالک! مجھ سے گناہ ہوگیا تو اُسکو بخشدے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا۔ میرا بندہ جانتا ہے کہ اُس کا کوئی مالک ہے جو گناہ قصور معاف بھی کرتا ہے اور پکڑ بھی سکتا ہے، میں نے اپنے بندے کا گناہ معاف کردیا۔ پھر اللہ نے جب تک چاہا بندہ رُکا رہا، اور کسی وقت پھر کوئی گناہ کر بیٹھا، اور پھر اللہ سے عرض کیا۔ اے میرے مولا!

مجھ سے اور گناہ ہوگیا تو مجھے معاف کردے، تو اللہ تعالیٰ نے
پھر ارشاد فرمایا کہ :۔ میرے بندے کو یقین ہے کہ اسکا کوئی
مالک ومولا ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور سزا بھی دے سکتا ہے
میں نے اپنے بندے کو بخش دیا وہ جو چاہے کرے۔"

ایک حدیث میں ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔
"گناہ سے توبہ کرنے والا بالکل اس آدمی کی طرح ہوجاتا ہے
جس نے وہ گناہ کیا ہی نہ ہو۔"

ان حدیثوں میں اللہ کی شانِ مغفرت اور اُس کی رحمت کا بیان ہے، ایسی حدیثوں کو سُن کر گناہوں پر دلیر ہونا یعنی توبہ اور مغفرت کے بھروسہ پر اور زیادہ گناہ کرنے لگنا مومن کا کام نہیں، مغفرت اور رحمت کی ان آیتوں اور حدیثوں کے مضمون سے تو اللہ کی محبت بڑھنی چاہیئے، اور یہ سبق لینا چاہیئے کہ ایسے رحیم وکریم آقا کی نافرمانی تو بڑا ہی کمینہ پن ہے —— ذرا سوچو اگر کسی نوکر کا آقا اُس کے ساتھ بہت ہی شفقت اور احسان کا برتاؤ کرے، تو کیا اس نوکر کو اور زیادہ دلیر ہو کر اُس کی نافرمانی کرنی چاہیئے !۔

دراصل ان آیتوں اور حدیثوں کا مقصد تو صرف یہ ہے کہ کسی مومن بندہ سے اگر گناہ ہوجائے تو وہ اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو، بلکہ توبہ کر کے اُس گناہ کے داغ دھبے دھو ڈالے اور اللہ سے معافی مانگے، اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اُس کو معاف کردیں گے۔ اور بجائے ناراضی اور غصہ کے اللہ تعالیٰ اُس سے اور زیادہ خوش ہوں گے —— ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بندہ جب گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتاہے، اور سچے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ سے اُس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری کا جانور، کسی لق ودق میدان میں اُس سے چھوٹ کر بھاگ جائے اور اُسی پر اُس کے کھانے پینے کا سامان لدا ہو، اور وہ اُس سے بالکل مایوس ہوکر موت کے انتظار میں کسی درخت کے سایہ میں لیٹ جائے اور پھر اسی حالت میں اچانک وہ دیکھے کہ اُس کا وہ جانور اپنے پورے سامان کے ساتھ کھڑا ہے، اور وہ اُس کو پکڑ لے، اور پھر انتہائی خوشی اور مستی میں اُس کی زبان سے نکل جائے کہ "اے اللہ! بس تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں[1]"

حضورؐ فرماتے ہیں کہ "جتنی خوشی اُس شخص کو اپنی سواری کا جانور پھر سے پاکر ہوگی، اللہ تعالیٰ کو اپنے گنہگار بندے کی توبہ سے اُس سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے۔"

اِن آیتوں اور حدیثوں کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی جو شخص گناہوں سے توبہ کرکے اللہ کی رضامندی اور رحمت حاصل نہ کرے بلاشبہ وہ بڑا ہی محروم اور بے نصیب ہے۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اس بندے کو اس قدر زیادہ خوشی ہو کہ فرطِ مسرت سے اس کی زبان بہک جائے اور جو بات کہنا چاہئے اُس کا اُلٹا نکل جائے۔ ۱۲۰

بہت سے لوگ اِس خیال سے توبہ میں جلدی نہیں کرتے کہ ابھی کیا ہے
ابھی تو ہم تندرست ہیں مرنے سے پہلے کبھی توبہ کرلیں گے ——— بھائیو!
ہمارے تمہارے دشمن شیطان کا یہ بہت بڑا فریب ہے، وہ جس طرح خود اللہ
کی رحمت سے دُور اور جہنمی ہوگیا، اُسی طرح ہم کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہے
کسی کو معلوم نہیں کہ اس کی موت کب آئے گی، اس لئے ہر دن کو یہی سمجھو کہ
شاید آج کا دن ہی ہماری زندگی کا آخری دن ہو، اِسلئے جب کوئی گناہ
ہوجائے تو جلدی سے جلدی اُس سے توبہ کرلینا ہی عقلمندی ہے ———
قرآن شریف میں صاف فرمادیا گیا ہے :———

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ	صرف اُن لوگوں کی توبہ قبول کرنا اللہ کے ذمہ ہے
لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ	جو نادانی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں اور پھر جلدی
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ	سے توبہ کرلیتے ہیں تو ان کو اللہ معاف کرتا ہے
قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ	اور ان کی توبہ قبول کرتا ہے، اور اللہ علم والا
عَلَيْهِمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا	حکمت والا ہے ——— اور اُن لوگوں کی کچھ
حَكِيْمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ	توبہ نہیں جو (ڈھٹائی سے) برابر گناہ کے کام
يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا	کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب اُن میں سے
حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ	کسی کے بالکل سامنے موت آجاتی ہے تو وہ
اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ	کہتا ہے کہ اب میں نے توبہ کی (تو ایسوں کی
يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۝	توبہ قبول نہیں) اور نہ ان کی توبہ قبول ہوگی جو
اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ	کفر کی حالت میں مرتے ہیں، ان سب کے لئے

عَذَابًا اَلِيْمًا ۞ (النساء - ع ۳) ہم نے تیار کیا ہے دردناک عذاب۔

پس جو دم باقی ہے اُس کو ہم غنیمت جانیں اور توبہ کرنے میں اور اپنی حالت درست کرنے میں بالکل دیر نہ کریں، معلوم نہیں موت کس وقت سر پر آجائے اور اسوقت ہم کو اس کی توفیق بھی ملے یا نہ ملے۔

بھائیو! ہم نے اور آپ نے اپنی عمر میں سیکڑوں کو مرتے دیکھا ہے، اور ہمارا آپ کا عام تجربہ یہی ہے کہ جو جس حالت میں جیتا ہے وہ اُسی حالت میں مرتا ہے، یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک شخص عمر بھر تو اللہ سے غافل رہے، اُس کی نافرمانیاں کرتا رہے لیکن مرنے سے ایک دو دن پہلے وہ ایک دم توبہ کرکے ولی ہوجائے، اس لئے جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نیکی کی حالت میں مرے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندگی ہی میں نیک بن جائے۔ اللہ کے فضل سے اُمید ہے کہ اس کا خاتمہ ضرور اچھا ہوگا اور قیامت میں نیکوں کے ساتھ اُس کا حشر ہوگا۔

توبہ کے متعلق ایک ضروری بات:——

بندہ اگر کسی گناہ سے توبہ کرے اور پھر اُس سے وہی گناہ ہو جائے تو بھی اللہ کی رحمت سے ہرگز نااُمید نہ ہو، بلکہ پھر توبہ کرلے، اور پھر ٹوٹے تو پھر توبہ کرلے، اِس طرح اگر سیکڑوں ہزاروں دفعہ بھی اُس کی توبہ ٹوٹے تو بھی نااُمید نہ ہو، جب بھی وہ سچے دل سے توبہ کرے گا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُس کی توبہ قبول کرلیں گے اور اُس کو معاف فرماتے رہیں گے، اللہ کی رحمت اور جنت بڑی وسیع ہے۔

توبہ و استغفار کے کلمات :—

توبہ اور استغفار کی جو حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے، یہ تو آپ نے اسی سے سمجھ لیا ہوگا کہ بندہ جس زبان میں اور جن الفاظ میں بھی اللہ سے توبہ کرے، اور معافی چاہے اللہ تعالیٰ اُس کا سُننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو توبہ و استغفار کے بعض خاص خاص کلمے بھی تعلیم فرمائے تھے، اور حضورؐ خود بھی اُن کو پڑھا کرتے تھے۔ کوئی شبہ نہیں کہ وہ کلمے بہت ہی بابرکت اور بہت قبول ہونیوالے اور اللہ کو بہت ہی پیارے ہیں۔ اُن میں سے چند ہم یہاں بھی درج کرتے ہیں آپ انکو یاد کرلیجئے

اور ان کے ذریعہ توبہ و استغفار کیا کیجئے :—

۱

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ۔	میں معافی اور بخشش طلب کرتا ہوں اُس اللہ سے جسکے سوا کوئی معبود نہیں، وہ حی وقیوم ہے اور میں توبہ کرتا ہوں اُس کی طرف۔

حدیث شریف میں ہے کہ :—

"جو شخص اللہ سے اِس کلمہ کے ذریعہ توبہ و استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردے گا، اگرچہ اُس نے جہاد کے میدان سے بھاگنے کا گناہ کیا ہو، جو اللہ کے نزدیک بہت ہی بڑا گناہ ہے"

اور ایک اور حدیث میں ہے کہ:۔۔۔۔

"جو شخص رات کو سوتے وقت تین دفعہ اس کلمہ کے ذریعہ اللہ سے توبہ و استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دے گا، اگرچہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔"

۲

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی صرف أَسْتَغْفِرُ اللهَ (میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں) أَسْتَغْفِرُ اللهَ (میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں) بھی پڑھا کرتے تھے۔ یہ بہت مختصر استغفار ہے، اس کے ہر وقت زبان پر جاری رہنے کی عادت ڈال لینا چاہیئے۔

۳

سید الاستغفار:۔۔۔۔

حدیث شریف میں ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے:۔۔۔۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ	اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود
اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ	نہیں، تو نے مجھے پیدا کیا ہے اور میں تیرا بندہ ہوں
وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ	اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں تیرے عہد اور
مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ	وعدے پر قائم ہوں، میں نے جو بُرے کام کیے ہیں
شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ	اُن کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مجھ اپنے
عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ	پر تیرے انعامات کا اقرار ہے اور گناہوں کا

إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ۔ بھی اعتراف ہے پس تو مجھے بخشدے گناہوں کو تیرے سوا کوئی بھی نہیں بخش سکتا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:——

"جو بندہ اس کلمہ کے ذریعہ اس کے مضمون کے دھیان اور یقین کے ساتھ دن میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، اور اُس دن رات شروع ہونے کے پہلے مرجائے تو وہ جنت میں جائے گا، اور جو بندہ اسی طرح اس کلمہ کے مضمون کے دھیان اور یقین کے ساتھ رات میں اس کلمہ کے ذریعہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اور صبح ہونے سے پہلے اُسی رات میں مرجائے تو وہ جنتی ہوگا۔"

یہاں استغفار کے صرف یہ تین کلمے نقل کئے گئے ہیں، ان کا یاد کرلینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے —— حدیث شریف میں ہے کہ:——

"خوش خبری ہو اور مبارک ہو اُس آدمی کو جسکے اعمالنامہ میں استغفار کثرت سے درج ہو۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:——

"جو بندہ استغفار کو لازم پکڑلے (یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی برابر معافی مانگتا رہے) اُس کو اللہ تعالیٰ ہر مشکل سے نجات دیں گے اور اُس کی ہر فکر اور پریشانی دُور فرمائیں گے اور اُسکو (اپنے خزانہ غیب سے) اس طرح رزق دیں گے جس کا خود اُس کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔"

خاتمہ

اللہ کی رضامندی اور جنّت حاصل کرنے کا عوامی نصاب

اِس چھوٹی سی کتاب کے بیٖسں سبقوں میں جو کچھ آگیا ہے اُس پر عمل کرنا اللہ کی رضا اور جنّت حاصل کرنے کے لئے انشاء اللہ بالکل کافی ہے۔ آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند سطروں میں پھر اِس کا لب لباب اور خلاصہ عرض کردیا جائے۔

اسلام کی سب سے پہلی تعلیم اور اللہ کی رضا اور جنّت حاصل ہونے کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر آدمی ایمان لائے (جس کی تفصیل و تشریح پہلے سبق میں کی جاچکی ہے) پھر بقدرِ ضرورت دین کے احکام معلوم کرنے اور سیکھنے کی فکر کرے، پھر کوشش کرے کہ اللہ کے فرائض اور بندوں کے حقوق اور آداب و اخلاق کے بارے میں اسلام کی جو تعلیمات اور اللہ تعالیٰ کے جو احکام ہیں (جن کی تفصیل بعد کے اسباق میں کی گئی ہے) ان کی فرمانبرداری ہو —— اور جب کبھی کوتاہی اور نافرمانی ہوجائے تو سچے دل سے اللہ سے توبہ کرے اور معافی مانگے اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کی کوشش کرے اور اگر کسی بندے کا قصور ہوجائے اور اس پر کوئی زیادتی ہوجائے تو اُس سے

معافی چاہے، یا اُس کا بدلہ اور معاوضہ دے کر حساب بیباق کرے۔

اِسی طرح کوشش کرے کہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت اللہ کی، اللہ کے رسولؐ کی، اور اُس کے دین کی ہو، اور ہر حال میں پوری مضبوطی کے ساتھ دین پر قائم رہے، اور دین کی دعوت اور خدمت میں ضرور کچھ حصہ لے یہ بہت بڑی سعادت اور انبیاء علیہم السّلام کی خاص وراثت ہے، اور خاص طور سے اس زمانہ میں اس کا درجہ دوسری نفلی عبادتوں سے بدرجہا زیادہ ہے، اور اس کی برکت سے خود اپنا تعلق بھی دین سے اور اللہ و رسولؐ سے بڑھتا ہے۔

نوافل میں اگر ہو سکے تو تہجد کی عادت ڈالنے کی کوشش کرے، اس کی برکتیں بے انتہا ہیں ـــــ تمام گناہوں سے خاصکر کبیرہ گناہوں سے ہمیشہ بچتا رہے جیسے :- زنا، چوری، جھوٹ، شرابخوری، معاملات میں بددیانتی وغیرہ۔

روزانہ کچھ ذکر کا بھی معمول مقرر کرے، اگر فرصت زیادہ نہیں ہوتی ہو، تو کم سے کم اتنا ہی کرے کہ صبح شام سَو سَو دفعہ کلمۂ تمجید[1] یا صرف سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ اور استغفار[2] اور درود شریف[3] سَو سَو دفعہ پڑھ لیا کرے۔

کچھ معمول قرآن شریف کی تلاوت کا بھی مقرر کرے اور پورے ادب اور

---

[1] سُبْحَانَ اللہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاللہُ اَکْبَرُ

[2] اَسْتَغْفِرُ اللہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ ـــــ یا صرف اَسْتَغْفِرُ اللہَ، اَسْتَغْفِرُ اللہَ۔

[3] درود ابراہیمی یا مختصر درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ۔

عظمت کے ساتھ پڑھا کرے۔ ہر فرض نماز کے بعد اور سوتے وقت تسبیحاتِ فاطمہ[1] پڑھا کرے ــــــ جو لوگ اس سے زیادہ کرنا چاہیں وہ اللہ کے کسی ایسے بندے سے رجوع کر کے مشورہ کرلیں جو اس کا اہل ہو ــــــ اور آخری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ اللہ کے صالح بندوں سے تعلق اور محبت اور انکی محبت اس راہ میں اکسیر ہے، اگر یہ نصیب ہو جائے تو باقی چیزیں آپ سے آپ پیدا ہو جاتی ہیں۔ اللہ توفیق دے۔ ؎

شو ہمدم پروانہ تا سوختن آموزی
با سوختگاں بنشیں شاید کہ تو ہم سوزی

---

[1] سُبْحَانَ اللہ ۳۳ دفعہ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ۳۳ دفعہ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ دفعہ۔

روزانہ ورد کے قابل
قرآن و حدیث کی چالیس دعائیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝	ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سب
اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝	جہانوں کا رب ہے، بہت رحمت والا
مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝	اور بڑا مہربان ہے، قیامت کے دن کا مالک ہے
اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝	اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝	بس تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں تو ہم کو سیدھا
صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ	راستہ چلا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا
غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ	نہ اُن کا جن پر تیرا غضب ہوا، اور نہ اُن کا جو گمراہ
وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ ۔ اٰمِیْن!	ہوئے۔ خداوندا ہماری یہ دُعا قبول فرما!۔
(۲) رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا	اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی بھلائی دے
حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً	اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما! اور دوزخ
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔	کے عذاب سے ہم کو بچا۔
(۳) رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا	خداوندا! ہم ایمان لائے، پس تو ہمارے سب
فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا	گناہ بخشدے، اور دوزخ کے عذاب سے ہم
وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔	کو بچادے۔
(۴) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا	اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخشدے اور

ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا
فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ
اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ہم سے ہمارے کاموں میں جو زیادتیاں اور
خامیاں ہوئیں انھیں معاف فرما، اور حق پر
ہمارے پاؤں جمادے، اور کفر کرنے والوں کے
مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

(۵) رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا
مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ
اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ
رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا
وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا
عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ اِنَّكَ لَا
تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔

اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو
ایمان کا بلاوا دیتے ہوئے سنا (کہ لوگو! اپنے
پروردگار پر ایمان لاؤ) تو ہم ایمان لے آئے
پس اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ
بخشدے، اور ہماری برائیاں مٹادے،
اور اپنے نیک بندوں کیساتھ ہمارا خاتمہ کر۔
خداوندا! ہم کو وہ سب کچھ عطا فرمادے جسکا اپنے
رسولوں کی زبانی تونے ہم سے وعدہ فرمایا، اور
قیامت کے دن ہم کو رسوا نہ کر، تیرا وعدہ
خلاف نہیں ہوتا۔

(۶) رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا
وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔

اے ہمارے پروردگار! تیری نافرمانیاں کرکے
ہم نے اپنے ہی اوپر بہت ظلم کیا ہے، اور اگر
تونے ہمیں نہ بخشا، تو ہم نامراد اور برباد ہی
ہوجائیں گے۔

(۷) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً

اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم قوم کے ظلم وستم

لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا	کے لئے تختۂ مشق نہ بنا، اور اپنی رحمت کے
بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝	صدقے میں ہم کو قوم کافرین کے ظلم سے نجات دے۔
(۸) فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف	اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے! دنیا اور
اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا	آخرت میں صرف تو ہی میرا والی ہے، اسلام پر
وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا	میرا خاتمہ کر، اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ
وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝	مجھے شامل فرما۔
(۹) رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ	میرے پروردگار! مجھے اور میری نسل کو نماز
وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ	قائم کرنے والا بنا دے۔ خدایا! ہماری دعا کو
دُعَاۗءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ	قبول کر میرے مالک! مجھے اور میرے ماں باپ کو
وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ	اور سب ایمان والوں کو بخش دیجئے جس دن کہ
يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝	حساب کتاب ہو۔
(۱۰) رَبِّ ارْحَمْهُمَا	میرے پروردگار! میرے ماں باپ پر رحمت
كَمَا رَبَّيٰنِيْ	فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھے پیار سے پالا
صَغِيْرًا ۝	جبکہ میں ننھا سا تھا،
(۱۱) رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝	خداوندا! میرے علم میں اضافہ اور برکت فرما۔
(۱۲) رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ	پروردگار! بخش دے اور رحم فرما، تو سب سے
خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝	اچھا رحم کرنے والا ہے۔
(۱۳) رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ	میرے رب! میری قسمت میں کر کہ جو نعمتیں تو نے
نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ	مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائیں، میں ان کا

وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنْ اَعْمَلَ	شکر ادا کروں، اور ایسے عمل کروں جن سے تو
صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِىْ	راضی ہو، اور میرے واسطے میری نسل میں بھی
فِىْ ذُرِّيَّتِىْ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ	صلاحیت اور نیکی دے، میں نے تیرے حضور
وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔	میں توبہ کی، اور میں تیرے حکم برداروں میں ہوں۔
(۱۴) رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا	خداوندا! ہم کو بخش دے اور ہمارے اُن بھائیو
الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ	کی بھی مغفرت فرما جو ایمان کے ساتھ
وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا	ہم سے آگے گئے، اور صاف رکھ ہمارے سینوں
غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا	کو ایمان والوں کے کینہ سے۔ خداوندا! تو بڑا
اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔	مہربان اور بڑی رحمت والا ہے۔
(۱۵) رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا	اے پروردگار! ہمارے واسطے نور کی تکمیل فرما
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۔	اور ہم کو بخش دے، تو سب کچھ قدرت رکھتا ہے۔
(۱۶) يَا حَىُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ	اے ہمیشہ زندہ رہنے والے، اور سب کے
اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِىْ	تھامنے والے! بس تیری رحمت ہی سے
شَاْنِىْ كُلَّهٗ ۔	فریاد ہے، تو میرا سب حال درست کر دے۔
(۱۷) اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِىْ دِيْنِىَ الَّذِىْ	اے اللہ! میرا دین درست فرما دے جو کہ میرا
هُوَ عِصْمَةُ اَمْرِىْ وَاَصْلِحْ لِىْ	سب کچھ ہے، اور میری دنیا درست فرما دے جس میں
دُنْيَاىَ الَّتِىْ فِيْهَا مَعَاشِىْ وَاَصْلِحْ	میری زندگی کا سامان ہے، اور میری
لِىْ اٰخِرَتِىَ الَّتِىْ فِيْهَا مَعَادِىْ	آخرت درست فرما دے جہاں مجھے واپس جانا
وَاجْعَلِ الْحَيٰوةَ زِيَادَةً لِّىْ فِىْ كُلِّ	اور ہمیشہ رہنا ہے، اور میری زندگی کو ذریعہ

؎ نمبر ۱۵ تک قرآن مجید کی دعائیں تھیں۔ نمبر ۱۶ سے حدیث کی دعائیں ہیں۔

خَيْرٍ وَّاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِّيْ مِنْ كُلِّ شَرٍّ ۝

بنا ہر بھلائی اور بہتری میں ترقی کا، اور موت کو ذریعہ بنا ہر برائی اور خرابی سے نجات کا۔

(۱۸) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۝

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گناہوں کی معافی کا، اور آرام کا دنیا میں اور آخرت میں۔

(۱۹) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى ۝

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ہدایت کا اور تقوے کا اور شرم و عار کی باتوں سے بچے رہنے کا اور محتاج نہ ہونے کا۔

(۲۰) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِزْقًا طَيِّبًا وَّعِلْمًا نَّافِعًا وَّعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا ۝

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں پاک روزی کا اور نفع دینے والے علم کا، اور قبول ہونیوالے عمل کا۔

(۲۱) اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ لَنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ ۝

اے اللہ! ہمارے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے، اور رزق کے دروازے ہمارے لئے آسان کردے۔

(۲۲) اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ۝

اے اللہ! اپنی حلال کی ہوئی چیزوں کو میرے لئے کافی کر، اور حرام سے میری حفاظت فرما، اور اپنے فضل و کرم سے اپنے سوا سب سے مجھے بے نیاز رکھ۔

(۲۳) اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنِيْ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى وَاجْعَلْ اٰخِرَتِيْ خَيْرًا مِّنَ الْاُوْلٰى ۝

اے اللہ! اُن باتوں کی توفیق دے جو تجھے محبوب اور پسندیدہ ہیں، اور آخرت کو میرے لئے دنیا سے بہتر بنا۔

(۲۴) اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَقِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ ۔

اے اللہ! بھلائی اور راست روی کی باتیں میرے دل میں ڈال دے، اور نفس کی شرارتوں سے مجھے محفوظ رکھ۔

(۲۵) اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔

اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور اچھی عبادت پر میری مدد فرما، اور مجھے اپنا ذاکر و شاکر اور اچھا عبادت گزار بندہ بنا دے۔

(۲۶) یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ ۔

اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر مضبوطی سے قائم کر اور قائم رکھ۔

(۲۷) اَللّٰهُمَّ اَحْیِنِیْ مُسْلِمًا وَّاَمِتْنِیْ مُسْلِمًا ۔

اے اللہ! مجھے اسلام کے ساتھ زندہ رکھ اور بحالتِ اسلام مجھے موت دے۔

(۲۸) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ یُّقَرِّبُ اِلٰی حُبِّكَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَمِنْ اَهْلِیْ وَمِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ ۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت دے، اور تیرے جو بندے تجھ سے محبت رکھتے ہوں اُن کی محبت دے، اور جو اعمال تیری محبت سے مجھے قریب کریں اُن کی محبت دے۔ اے میرے اللہ! اپنی محبت مجھے اپنی جان اور اپنے اہل و عیال اور ٹھنڈے پانی سب چیزوں سے زیادہ محبوب کر دے۔

(۲۹) اَللّٰهُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِكَ وَجَنِّبْنِیْ عَذَابَكَ ۔

اے اللہ! مجھے اپنی رحمت ڈھانک لے اور اپنے عذاب سے بچا دے۔

(۳۰) اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَيَّ يَوْمَ	اے میرے اللہ! جس دن لوگوں کے قدم
تَزِلُّ فِيْهِ الْاَقْدَامُ ۔	ڈگنے لگیں اُس دن تو مجھے ثابت قدم رکھ۔
(۳۱) اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا	اے اللہ! قیامت کے دن میرا حساب
يَّسِيْرًا ۔	آسانی سے ہو۔
(۳۲) رَبِّ اغْفِرْ لِيْ خَطِيْئَتِيْ	اے اللہ! قیامت کے دن میری خطائیں
يَوْمَ الدِّيْنِ ۔	بخش دے۔
(۳۳) اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ	اے اللہ! حشر کے دن تو مجھے اپنے عذاب
يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ ۔	سے بچالے۔
(۳۴) اَللّٰهُمَّ اِنَّ مَغْفِرَتَكَ اَوْسَعُ	اے اللہ! تیری رحمت میرے گناہوں سے
مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى	بہت زیادہ وسیع ہے، اور تیری رحمت کا
عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ ۔	مجھے اپنے عملوں سے زیادہ آسرا ہے۔
(۳۵) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ رِضَاكَ	اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری
وَالْجَنَّةَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ	رضا کا اور جنت کا، اور پناہ مانگتا ہوں
غَضَبِكَ وَالنَّارِ ۔	تیری ناراضی سے اور دوزخ کے عذاب سے۔
(۳۶) اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ	اے اللہ! میں تیری ناراضی سے تیری رضامندی
مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ	کی پناہ لیتا ہوں، اور تیری سزا سے تیری
مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ	معافی کی پناہ چاہتا ہوں، اور تیری پکڑ سے
مِنْكَ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً	تیری ہی پناہ لیتا ہوں۔ خداوندا! میں تیری
عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ	صفت بیان نہیں کر سکتا، بس تو ویسا ہی ہے

عَلٰی نَفْسِكَ ۔	جیسا کہ تو نے اپنے کو بیان کیا۔
(۳۷) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ	اے میرے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما،
وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ	مجھ پر عنایت کر، تو بڑا عنایت فرما اور
التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۔	بہت ہی مہربان ہے۔
(۳۸) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ	اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا
لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ	کوئی معبود و مولا نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا
خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ	فرمایا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں، اور جہاں تک
وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ	مجھ سے بن پڑا تیرے عہد اور وعدے پر
وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ	قائم رہا۔ میرے مالک و مولا! میں اپنے
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا	برے کرتوتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔
صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ	میں اعتراف کرتا ہوں تیری نعمتوں کا، اور
بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ	اقرار کرتا ہوں اپنے گناہوں کا۔ اے اللہ!
فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا	میرے گناہ بخش دے، گناہوں کا بخشنے والا
یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ	تیرے سوا کوئی نہیں۔
(۳۹) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ	اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اپنے
شَرِّ سَمْعِیْ وَمِنْ شَرِّ بَصَرِیْ	کانوں کے شر سے، اور اپنی نگاہ کے شر سے،
وَمِنْ شَرِّ لِسَانِیْ وَمِنْ شَرِّ	اور اپنی زبان کے شر سے اور اپنے دل کے
قَلْبِیْ وَمِنْ شَرِّ مَنِیِّیْ ۔ وَ	شر سے، اور اپنی نفسانی شہوت کے شر سے،
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ	اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دوزخ کے

مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ	عذاب سے، اور قبر کے عذاب سے، اور
الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ	دجّال کے فتنہ سے، اور تیری پناہ لیتا ہوں
مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ؕ	زندگی اور موت کے سب فتنوں سے۔
(۴۰) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ	اے اللہ! میں تجھ سے اُن سب بھلائیوں کا
مَا سَاَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ	سوال کرتا ہوں جن کا سوال تجھ سے تیرے
(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَ	نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا، اور میں
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ	ان سب بُرائیوں اور بُری باتوں سے تیری
مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ	پناہ چاہتا ہوں جن سے تیرے نبی محمد
(صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)	صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا	اے اللہ! حضرت محمد پر اور انکی آل پر رحمتیں نازل کر
صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ	جیسے کہ تونے حضرت ابراہیم پر اور انکی آل پر نازل کیں اے اللہ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ	حضرت محمد پر اور ان کی آل پر برکتیں نازل کر
عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا	جیسے کہ تونے حضرت ابراہیم پر اور اُن کی
بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ	آل پر برکتیں نازل کیں۔ تو ہی تعریف
اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ؕ۔	کے لائق ہے بزرگی والا ہے۔ اے اللہ!
اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ	قیامت کے دن اُن کو اپنے خاص مقام قرب
عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَبْلِغْهُ	میں اُتار، اور وسیلہ اور درجے کے مقامات
الْوَسِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ وَابْعَثْهُ	تک اُن کو پہونچا، اور وہ مقام محمود اُن کو
مَقَامًا مَّحْمُوْدَانِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ ؕ	عطا فرما جس کا تونے اُن کیلئے وعدہ فرمایا ہے۔

خاص وقتوں کی خاص "دُعائیں"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی دُعائیں خاص وقتوں اور خاص موقعوں کے لئے بھی تعلیم فرمائی ہیں، ان میں سے چند جو روز مرہ کی ہیں یہاں بھی درج کی جاتی ہیں۔ خدا توفیق دے تو ان کو یاد کر کے موقع پر پڑھنے کی عادت ڈال لینی چاہیئے۔

(۱) جب صبح ہو تو کہے:۔ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ؕ (اے اللہ! تیرے حکم سے ہم نے صبح کی، اور تیرے حکم سے شام کی، اور تیرے حکم سے زندہ ہیں اور تیرے حکم سے مریں گے، اور تیری ہی طرف ہمیں لوٹنا ہے)

(۲) اسی طرح جب شام ہو تو کہے:۔ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَمْسَيْنَا وَبِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَاِلَيْكَ النُّشُوْرُ ؕ (اے اللہ! تیرے حکم سے ہم نے شام کی، اور تیرے حکم سے صبح کی، اور تیرے حکم سے ہم جیتے ہیں اور تیرے حکم سے مریں گے، اور پھر تیری ہی طرف اٹھ کر جانا ہے)

(۳) جب سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ جائے تو کہے:۔ اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْيٰى (اے اللہ! میں تیرے نام کے ساتھ مرنا اور جینا چاہتا ہوں)

(۴) جب سو کر بیدار ہو تو کہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانِىْ بَعْدَ مَا اَمَاتَنِىْ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ (شکر اللہ کا جس نے مجھے موت کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے)۔

(۵) جب قضائے حاجت کے لئے پاخانہ جائے تو کہے:۔۔۔۔۔۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (اللہ کے نام سے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں خبیثوں سے اور خبیثنوں سے)۔

(۶) پھر جب حاجت سے فارغ ہو کر نکلے تو کہے:۔۔۔۔۔۔۔۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ (شکر اُس اللہ کا جس نے دُور کر دی مجھ سے گندگی، اور مجھے عافیت دی)۔

(۷) پھر وضو کرے تو شروع میں بسم اللہ پڑھے، اور وضو کے درمیان میں یہ دعا کرتا رہے:۔۔۔۔۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ (اے اللہ! میرے گناہ بخش دے، اور میرے لئے میرے گھر میں وسعت دے، اور میری روزی میں برکت دے)۔

(۸) وضو سے جب فارغ ہو تو کہے:۔۔۔۔۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اے اللہ! مجھے کر دے توبہ کرنے والوں اور پاک بننے والوں میں سے)

(۹) پھر جب مسجد جائے تو داخلے کے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور کہے:۔۔۔۔۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (میرے رب مجھے بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے)۔

(۱۰) اور جب مسجد سے نکلے تو بایاں پاؤں پہلے نکالے اور کہے:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ وَرَحْمَتِكَ۔ (اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں (دنیا میں) تیرا فضل و کرم اور (آخرت میں) تیری رحمت۔

(۱۱) جب کھانا شروع کرے تو کہے:۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ (اللہ کے نام سے، اور اُس کی برکت کے ساتھ)۔

(۱۲) جب کھانے سے فارغ ہو تو کہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (شکر اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا، اور ہم کو مسلمانوں میں کیا)۔

(۱۳) اگر کسی کے یہاں دعوت کا کھانا کھائے تو یہ بھی کہے:۔ اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ (اے اللہ! جس نے مجھے کھلایا تو اُس کو کھلا، اور جس نے مجھے پلایا تو اُس کو پلا)۔

(۱۴) جب سواری پر سوار ہو تو کہے:۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔ (اللہ کا شکر ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے اس سواری کو ہمارے قابو میں کر دیا اور ہم خود اس کو اپنے بس میں نہیں کر سکتے تھے، اور ایک دن ہم اپنے پروردگار کیطرف لوٹ کر جانیوالے ہیں)۔

(۱۵) اور جب سفر پر نکلے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے:۔ اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا هٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ وَعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَاٰبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَهْلِ

وَالْوَلَدِ ۔ (اے اللہ! ہمارے لئے اِس سفر کو آسان کر دے، اور اس کی دوری کو مختصر کردے۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں میرا ساتھی ہے، اور میرے پیچھے تو ہی میرے گھر والوں کا دیکھنے والا ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ پکڑتا ہوں سفر کی مشقت سے اور بُری حالت دیکھنے سے، اور واپس آکر بُری حالت پانے سے مال میں، اور گھر میں، اور بچوں میں)

(۱۶) اور جب سفر سے لوٹے تو کہے:۔۔۔۔ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ (ہم سفر سے آنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں، اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں)۔

(۱۷) جب کسی دوسرے کو رخصت کرے تو کہے:۔۔۔ اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَاَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ اَعْمَالِكَ (میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تیرا دین اور تیری قابلِ حفاظت چیزیں، اور تیرے اعمال کے خاتمے)۔

(۱۸) جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو کہے:۔۔۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ عَافَانِىْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِىْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا ۔ (شکر اُس خدا کا جس نے مجھے عافیت میں رکھا ہے اُس مصیبت سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا ہے اور اپنی بہت سی مخلوق پر اُس نے مجھے فضیلت بخشی ہے (یہ سب اُسی کا کرم ہے، میرا کوئی کمال نہیں)۔

(۱۹) جب کسی شہر میں داخل ہو تو کہے:۔۔۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهَا (اے اللہ! ہمارے لئے اِس شہر میں برکت دے، اور اس کو ہمارے واسطے مُبارک کر)۔

(۲۰) جب کسی مجلس سے اُٹھے تو کہے :- سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ ۔
(اے اللہ! میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں، اور تیری حمد کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں)۔

ایک مفید بات

بہت سوں کو اصل عربی دعائیں یاد کرنا مشکل ہوتا ہے، ایسے لوگوں کو چاہیئے کہ ہر موقع کی دعا کا مضمون یاد رکھیں۔ اور موقع پر اپنے لفظوں میں اور اپنی زبان میں وہی مضمون ادا کر لیا کریں۔ انشاء اللہ اس سے بھی دعا کی پوری برکت اور پورا پورا ثواب ان کو حاصل ہوگا!۔

اللہ کے جو بندے

اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں اور کبھی یہ دعائیں پڑھیں، اُن سے اس گنہگار کی بڑی عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ آخر میں یہ کلمات بھی کہہ دیا کریں کہ:-

"اے اللہ! اِس کتاب کے مؤلف محمد منظور نعمانی اور اس کے والدین اور گھر والوں کے لئے اور اس کے محسنوں اور دوستوں کے لئے مغفرت و رحمت کا فیصلہ فرما، اور یہ سب دُعائیں اُن کے حق میں بھی قبول فرما۔

آپ کا اِس عاجز پر یہ بہت بڑا احسان ہوگا، اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس احسان کا بہت بڑا اجر دے گا، اور یہ عاجز بھی اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے دعا کرے گا۔

رجب ۱۳۶۹ھ

بندہ عاجز و عاصی
محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ